اللہ
رسول
محمد

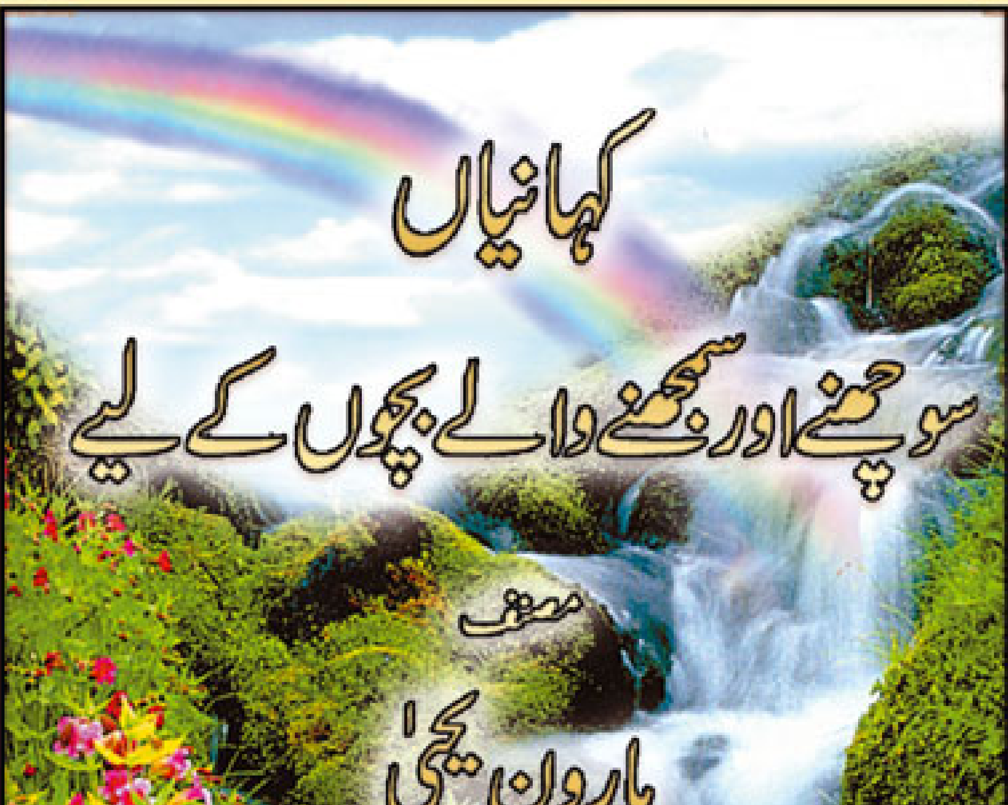

کہانیاں

سوچنے اور سمجھنے والے بچوں کے لیے

مصنف

ہارون یحییٰ

مترجم

نعمان شیر دوتانی

کہانیاں
سوچنے اور سمجھنے والے بچوں کے لیے

مصنف

ہارون یحییٰ

مترجم

نعمان شیر دوتانی

عمار اور کچھوا

”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور یقیناً اللہ وہی ہے بے نیاز تعریفوں والا۔“
سورۃ الحج آیت نمبر:64

ایک دن عمار کہانی پڑھ رہا تھا، جو کہ اس کی پسندیدہ کہانیوں میں سے ایک تھی، یعنی ”کچھوا اور خرگوش“ کہانی پڑھتے ہوئے عمار کو اِس بات پر ہنسی آئی کہ آخر خرگوش کو کیا ضرورت ہے کہ وہ کچھوے سے یہ سیکھے کہ ذہانت اور ہوشیاری جسمانی برتری سے زیادہ مفید ہے۔ وہ اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اُس نے دیکھا کہ کچھوا کتاب کے صفحے پر بالکل زندہ باہر نکل آیا ہے اور اس کے ساتھ باتیں کرنا شروع کر دیں ہے۔ کچھوے نے باتوں کا آغاز کچھ اس طرح کیا۔

”عمار کیا حال ہیں! تم جوان اور بہت ہوشیار ہو، اور یہ اس بات کے لئے کافی ہے کہ تم اس کہانی سے سبق سیکھ سکو جو میرے اور خرگوش کے بارے میں ہے۔“

عمار نے کچھوے سے پوچھا۔ ”تمہاری عمر کتنی ہے؟“

کچھوے نے جواب دیا ”میں اتنا جوان نہیں ہوں جتنا کہ نظر آتا ہوں۔ میری عمر تقریباً پینتالیس (45) سال ہے۔ کچھوے عام طور پر ساٹھ (60) سال تک زندہ رہتے ہیں۔ لیکن کچھوے کی ایک قسم جس کو ٹیسٹیوڈ (Testudo) کہتے ہیں وہ ایک سو نانوے (189) سال تک زندہ رہ سکتے ہیں۔

”تمہارا پسندیدہ موسم کون سا ہے۔“ عمار نے سوال کیا۔

کچھوے نے جواب دیا ”گرم موسم ہمارے زندہ رہنے کے لئے بہت ضروری ہوتا ہے۔ ہمارے جسم کا درجہ حرارت (temperature) ہمارے اردگرد موجود ہوا کے درجہ حرارت کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے، اور عموماً 32.2 فارن ہائیٹ اور 32.4 فارن ہائیٹ (Fahrenheit) (0.1 اور 0.2 ڈگری سنٹی گریڈ) ہمارے اردگرد موجود ہوا کے درجہ حرارت سے کم رہتا ہے۔ جب ہمارے اردگرد موجود ماحول کا درجہ حرارت بڑھتا ہے تو ہمارے نظام ہاضمہ (Digestive system) کی رفتار بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب اللہ نے ہماری تخلیق کی، تو ہمیں ایک نمایاں صفت یہ دی کہ ہم بہت سخت درجہ حرارت میں بھی آسانی سے زندہ رہ سکیں۔ ہمیں اُن تمام چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ اور یقیناً وہی اللہ ہے بے نیاز تعریفوں والا۔

یہ سن کر عمار نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہاری پسندیدہ خوراک کون سی ہے۔“

”ہمیں زرد حلوائی کدو بہت پسند ہے۔ ہماری آنکھیں بہت تیز ہوتی ہیں۔ اور ہمیں زرد رنگ بہت اچھی طرح دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنی پسندیدہ خوراک آسانی سے ڈھونڈ لیتے ہیں۔“ کچھوے نے جواب دیا۔

عمار کے پاس کچھوے کے لئے ایک اور سوال بھی تھا۔ ”کیا تم سردی کے موسم میں کہیں چھپ جاتے ہو؟“

کچھوے نے وضاحت کی ”ہاں اکتوبر میں موسم سرد ہو جاتا ہے، اور اس طرح خوراک کو ڈھونڈنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ہمارے جسم سست ہو جاتے ہیں اور ہم اپنی حفاظت کے لئے مہینوں تک سو جاتے ہیں۔ ہمارا نظام تنفس یعنی سانس لینا اور ہماری دل کی دھڑکن سست ہو جاتی ہے۔ ہم اکتوبر سے مارچ تک سست پڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ہمارے تخلیق ہی اسی طرح سے کی ہے۔ ہم سردیوں میں جاگ نہیں سکتے اور نہ ہی ہمارے پاس کچھ کھانے کے لئے ہوتا ہے، جو کہ ہماری قسمت میں لکھ دیا گیا ہے۔ اور یہ نظام اللہ ہی کی طرف سے ہے کہ بالکل صحیح وقت پر ہمیں نیند آ جاتی ہے، اور ہم سو جاتے ہیں جس سے اللہ ہماری نسل در نسل حفاظت فرماتا ہے۔“

عمار کے پاس پوچھنے کے لئے اور بھی بہت کچھ تھا: ”مجھے پتا ہے کہ تم خشک زمین پر رہتے ہو، اور میرا یہ بھی خیال ہے کہ تم میں سے کچھ پانی میں بھی رہتے ہیں۔ کیا تم مجھے اس بارے میں بتا سکتے ہو؟“

کچھوے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ''تم نے صحیح کہا، عمار۔ ہمارے اردگرد کچھوں کی مختلف اقسام پائی جاتی ہیں، یعنی تازہ پانی والے کچھوے اور سمندری کچھوے۔ میں خشک زمین پر رہتا ہوں، مثال کے طور پر، میں میدانوں کو ترجیح دیتا ہوں اور مجھے نرم مٹی اور انگوری بیل(Grapevines) بھی پسند ہیں۔ تازہ پانی والے کچھوے، ایسے کچھوے ہوتے ہیں جن کو تم لوگ مچھلی گھروں(Aquariums) میں رکھتے ہو، جیسا کہ جھیل اور دریا کے کناروں پر۔ سمندری کچھوے گرم سمندروں میں رہتے ہیں اور انڈے دینے کے لئے وہ خشکی پر آجاتے ہیں۔ میں تم کو کاریٹا(Caretta) سمندر میں رہنے والے کچھوں کے بارے میں ایک دلچسپ بات بتاتا ہوں: Caretta caretas انڈے دینے کے لئے گرم ساحلوں کا رخ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کچھوں کے بچوں میں یہ قوت پیدا کی کہ انڈوں سے نکل کر وہ اوپر آجائیں جہاں روشنی سمندر کے دوسری طرف پڑھ رہی ہو۔ یا دوسرے لفظوں میں وہ ٹھیک اس جگہ جائیں جہاں وہ بہتر زندہ رہ سکیں گے۔ ان کچھوں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ سمندر ان کے رہنے کے لئے ایک بہترین جگہ ہے؟ یقیناً اللہ ہی نے ہی سب معلومات پہلے سے اُن کو عطا فرمائی ہے۔''

عمار نے کہا: ''تم بالکل صحیح کہتے ہو۔ سب کے پاس ذہن اور عقل موجود ہے یہ سوچنے کے لئے کہ یہ دنیا اللہ کی حیرت انگیز تخلیقات سے بھری پڑی ہے۔ ہم سب کو یہ جان لینا چاہئے کہ میں اور آپ، سارے کے سارے جانور اور درخت اور خواہ وہ کچھ بھی ہو سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔ تمہارے ساتھ بات کرنے کا بہت مزہ آیا۔ اور اتنی معلومات دینے کا بھی بہت شکریہ۔ اللہ حافظ۔''

''ہاں خدا حافظ ہوشیار بچے'' کچھوے نے کہا۔

لمبے ٹانگوں والے بگلے(Storks)

بگلے (Storks) بڑے اور خانہ بدوش پرندے ہیں۔ جن کے قد عام طور پر تین سے پانچ فٹ تک ہوتے ہیں (1 سے 1.5 میٹر)۔ان کے پروں کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ ان کے سرخ چونچ اور لمبی ٹانگوں کی وجہ سے وہ بہت ہی خوبصورت نظر آتے ہیں۔ بگلے ہر سال بڑی تعداد میں نقل مکانی کرتے ہیں کیونکہ وہ سرد علاقوں میں نہیں رہ سکتے۔اس طرح بگلوں کی وجہ سے ہم کو یہ بھی علم ہو جاتا ہے کہ موسم گرما کے گرم دن آرہے ہیں، یہ ایک معجزہ ہے کہ ان کو اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے کہ اب موسم گرم ہونے والا ہے۔حالیہ سال جب موسم بہار ایک دفعہ پھر آچکا ہے، بگلے ایک دفعہ پھر ایک لمبے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اپنے پرانے گھونسلے ڈھونڈنے کے لئے۔ یقیناً یہ اللہ ہی ہے جس نے اِن کو اتنی اچھی یاداشت عطا فرمائی۔

حسین اور ہاتھی

ایک دفعہ، ہفتہ کے آخر میں حسین کی ماں اسے چڑیا گھر لے گئی۔اس نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ ایک جگہ اتنے زیادہ جانور دیکھے۔سب سے پہلے وہ ایک ہاتھی گھر گئے۔ حسین نے وہاں ایک ننا سا ہاتھی دیکھا جو چلنے کی کوشش کرتا مگر اسی کوشش میں وہ گر جاتا، اور ہر دفعہ کی ماں اُس کی مدد کرتی۔

ہاتھی کی ماں نے دیکھا کہ حسین اُن کی طرف دیکھ رہا ہے تو کہنے لگی: ''تم نے دیکھا کہ میرا بچہ کتنا چھوٹا ہے، اِسے ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ وہ اپنا سونڈ (Trunk) کس طرح استعمال کرے۔ یہ اُس وقت تک میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا جب تک یہ پورے 12 سال کا نہیں ہو جاتا۔ پہلے چھ (6) ماہ تک میں اسے سونڈ کا استعمال کرنا سکاؤں گی۔''

حسین نے جواب دیا: ''میں ہمیشہ سے حیران ہوں کہ ہاتھی اپنا سونڈ کس لئے استعمال کرتے ہیں؟ کیا ہاتھی اس کی مدد سے سانس لیتے ہیں؟''

ہاتھی کی ماں نے اسے بتایا: ''یہ ہمارا سونڈ ہی ہیں جس کی وجہ سے ہم دوسرے جانورں سے بالکل مختلف نظر آتے ہیں۔ ہمارے نتھنے (Nostrils) ہمارے سونڈ کے بالکل آخر میں ہوتے ہیں۔اور ہم اس کی مدد سے پانی اور خوراک کو اپنے منہ تک اٹھاتے ہیں، ہم اس سے چیزیں اُٹاتے اور سونگتے بھی ہیں۔ ہم اس میں ایک گیلن (4 لیٹر) تک پانی ڈال سکتے ہیں۔اور کیا تمہیں پتہ ہے کہ ہم اس سے ایک چھوٹا سا مٹر کا دانہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔ ہم اپنے سونڈ کو اتفاقاً حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ کی رحمت سے ہمارے لئے ایک تحفہ ہے۔ جس نے ہر چیز کی تخلیق کی ہے۔''

حسین نے پوچھا: ''تم اتنی خوراک کہاں سے لاتے ہو جس سے تمہارا گزارہ ہو سکے۔''

ہاتھی کی ماں نے جواب دیا، ''ہم دنیا کے بڑے جانوروں میں سے ایک ہے۔ ایک ہاتھی روزانہ 750 پانڈ (330 کلو) پودے کھا جاتا ہے۔ ایک دن میں ہم 16 گھنٹے کھاتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔''

حسین کے ذہن میں ایک اور سوال آیا، ''تمہارے دانت کہاں ہیں۔''

ہاتھی کی ماں نے جواب دیا: ''جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو، کہ میرے منہ کے اگلے طرف دو لمبے اور تیز دانت ہیں۔ ہم اس دانتوں سے اپنی حفاظت کرتے ہیں اور ہم اسے زمین میں گھڑھا کھودنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں تاکہ ہم پانی ڈھونڈ سکیں۔ ہم اپنے اان دانتوں کی مدد سے بہت سے کام کر سکنے کے قابل ہوئے ہیں، یہ اللہ نے ہم کو خاص خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ پرانے دانت کی جگہ لینے کے لئے پیچھے سے ہمارا نیا دانت نکلتا ہے اور پرانا دانت استعمال کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے ہمیں اسی طرح بنایا ہے، کہ ہم اس قابل ہو جائیں کہ نیا دانت صحیح نشونما پا سکے اور ہم اس کا بخوبی استعمال کر سکیں۔''

حسین ایک لمحے کے لئے سوچ میں پڑھ گیا اور پھر پوچھا: ''تم ضرور بھوکے ہوگے کیونکہ تمہارے پیٹ میں گڑگڑاہٹ کی آوازیں آرہی ہیں۔''

ہاتھی کی ماں مسکرادی: ''ایسی بات نہیں ہے۔ہم اس طرح کی آوازیں اُس وقت پیدا کرتے ہیں جب ہم ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔ہم ہاتھی 2.5 میل (4 کلومیٹر) کے فاصلے سے بھی ایک دوسرے سے بات چیت کر سکتے ہیں۔''

یہ سن کر حسین حیران رہ گیا: ''اس طرح تم ایک دوسرے سے بات کیسے کر لیتے ہو؟''

ہاتھی کی ماں وضاحت کی: ''اللہ نے ہمارے سر میں ایک خاص عضو پیدا کیا ہے۔ جو کہ اس طرح کی آوازیں پیدا کرتا ہے جس کو انسان نہیں سن سکتا۔ہم ایسے کوڈز میں باتیں کرتے ہیں جن کو دوسرے جانور نہیں سمجھ سکتے اور ہم ہاتھی اس کو بہت ہی دور سے سن لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں۔اللہ کی عظیم تخلیق کو تم ہم ہاتھیوں میں اچھی طرح دیکھ سکتے ہو۔ یہ مت بھولنا کہ ہمیں ان چیزوں کے بارے میں سوچنا چاہیئے اور اللہ کا ہر وقت شکر ادا کرنا چاہیئے۔

حسین نے سر ہلاتے ہوئے کہا: ''یہ سب کچھ بتانے کا بہت شکریہ۔اب میں اپنی ماں کے پاس جاتا ہوں''

''اللہ حافظ حسین''، ہاتھی کی ماں نے کہا

اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے حسین حیران ہو کر سوچنے لگا ''کس کو معلوم کہ دوسرے جانوروں میں اللہ کے کتنے عظیم معجزات ہونگے؟''

رشید کے بھائی نے اسے کیا بتایا تھا

ایک دن رشید سکول سے چھٹی کے بعد گھر جانے کے لئے بس سٹاپ تک آ رہا تھا۔ جب تک کہ وہ وہاں انتظار کر رہا تھا تو اس نے گفتگو سنی جو وہاں کھڑے لڑکوں کا ایک گروپ کر رہا تھا جن کے پاس کچھ سامان بھی تھا۔ اُن میں سے ایک زور زور سے باتیں کرنے میں مصروف تھا، وہ اپنے قمیض اور بجلی سے چلنے والی گاڑی جو کہ اُس کے ہاتھ میں تھی، کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ رشید اُس کی طرف متوجہ ہو گیا، اور وہ ان کے تھوڑا نزدیک چلا گیا تا کہ وہ ان کی باتیں سُن سکے۔

زور سے باتیں کرنے والے لڑکے کا نام آسم تھا۔ وہ اپنے دوستوں کو اپنے قیمتی کپڑے اور نئے کھلونے دکھا رہا تھا۔ جب وہ گھر چلا گیا، رشید کو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ لاپرواہ لڑکا آخر کہنا کیا چاہتا تھا۔ جب اس کے بھائی زبیر نے رشید کو بہت ہی گہری سوچ میں دیکھا، تو وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

''رشید کیا ہو رہا ہے؟ اور تم کس چیز کے بارے میں سوچ رہے ہو؟'' زبیر نے پوچھا۔

رشید نے جواب دیا: ''گھر آتے ہوئے راستے میں مَیں نے ایک لڑکے کو دیکھا۔ وہ اپنے دوستوں سے اپنے عمدہ کپڑوں اور خوبصورت کھلونوں کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ وہ بہت ہی لاپرواہ دکھائی دے رہا تھا؛ اسے یہ پرواہ نہیں تھی کہ اس کے دوست اس طرح کہ چیزیں نہیں خرید سکتے۔ میرے خیال میں اس کے یہ چال ڈھال بہت ہی غلط ہیں۔''

زبیر اُس کی بات سے متفق تھا ''تم صحیح کہتے ہو رشید، اُس نے جو کچھ بھی کیا وہ ہرگز صحیح نہیں، اللہ نے ہم سب کو مختلف اقسام کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دوسروں کے مقابلے میں اچھی چیزیں موجود ہوں، اور دو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ اچھا اور خوبصورت دکھائی دیتا ہو، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سب کچھ اُس نے اپنے ہی اختیار سے حاصل کیں ہیں اللہ نے ہمیں یہ ساری نعمتیں ہم کو آزمانے کے لئے دی ہوتیں ہیں، کہ ان سب نعمتوں کے ملنے کے بعد ہم کیسے زندگی گزارتے ہیں۔

اللہ کو ایسے لوگ بہت پسند ہیں جو یہ نہ بھولیں کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا ہی دیا ہوا ہے۔ ہمیں نہ ہی اُن چیزوں پر غرور کرنا چاہئے جو اللہ کی طرف سے ہم کو ملیں اور نہ ہی اللہ کی دی ہوئی رحمتوں کو بے دردی سے ضائع کرنا چاہئے، ہمیں دوسروں کے ساتھ ہمیشہ انکسار سے پیش آنا چاہیئے۔ بحر حال یہ شیطان ہی ہے جس کا غرور سے دماغ خراب ہو گیا تھا۔ اگر تمہیں یاد ہو، کل ہم نے جو آیت پڑھی تھی وہ ہمیں اسی کے متعلق بتاتی ہے۔ اللہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ '' تا کہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اِتر جاؤ اور اِترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔'' (سورۃ الحدید: 23)

رشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا: ''تو ہمیں اُن چیزوں کو جو اللہ نے ہمیں دیں ہیں، اُس سے خود کو برباد نہیں کرنا چاہئے، اور جب ہم کسی چیز سے محروم ہو جائیں تو ہمیں ناراض اور مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ زبیر کیا میں صحیح کہہ رہا ہوں؟''

زبیر ہنسا: ''بالکل صحیح! اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ ہم پر اتنی ہی رحمتیں نازل فرماتا ہے جتنی کہ وہ چاہتا ہے، خواہ وہ زیادہ ہو یا کم، یہ سب کچھ اس دنیا میں امتحان کا ہی ایک حصہ ہیں۔''

رشید کے پاس اپنے بھائی کے لئے ایک سوال تھا: ''ایک آیت میں اللہ فرناتے ہیں:

''اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑاؤ جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھے ہیں تا کہ انہیں اس میں آزمالیں تیرے رب کا دیا ہوا ہی (بہت) بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔'' (سوۃ طٰہٰ: 131)

آسم نے جو کچھ کیا وہ تو غلط تھا، لیکن کیا یہ آسم کے دوستوں کے لئے غلط نہیں تھا کہ وہ اِن سے متاثر ہو کر کوئی ایسی حرکت کر دیں جس سے اللہ ناراض ہو

جائے؟ باوجود اِس کے کہ اللہ ہی ہمیں کپڑے، کھانا، گھر اور گاڑی دیتا ہے، کیا ایسا نہیں ہے؟''
زبیر ایک منٹ کے لیئے سوچ میں پڑھ گیا اور پھر کہنے لگا۔''ہاں، سمجھنے کے لئے یہ اچھا ہے۔ میں تمہیں مثال کے طور پر ایک واقعہ قرآن سے سناتا ہوں۔ قرآن میں اللہ نے دو آدمیوں کہ مثال دی ہے۔ اُن میں سے ایک کے پاس دو باغ تھے۔ اللہ نے اسے کھجور اور مختلف اقسام کی فصلوں سے بھر دیا۔ وقت آنے پھر دونوں باغوں نے غلہ دینا شروع کر دیا۔ دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر بہتا تھا اس لئے آدمی کے پاس کافی زیادہ غلہ موجود تھا۔ جب وہ اپنے دوست کے ساتھ باتیں کرتا، تو یہ کہ کر اُس کی توہین کرتا کہ ''میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور جتھے (نوکر چاکر) کے اعتبار سے بھی زیادہ مضبوط ہوں۔'' ''سورۃ الکہف :34'' وہ اپنے ساری مال و دولت پر بہت شیخی مارتا، وہ اپنے باغ جایا کرتا، اور اپنے دوست کو دکھاتا اور پھر یہ کہا کرتا تھا۔
''اور یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا۔ کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہو جائے۔ اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں (اس لوٹنے کی جگہ) اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔'' سورۃ الکہف 35.36:''

اس کے دوست نے اسے خبردار کیا: ''تو نے اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہ کہا کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے، کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے اگر تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے اس باغ سے بھی بہتر دے اور اس پر آسمانی عذاب بھیج دے تو یہ چٹیل اور چکنا میدان بن جائے'' (سورۃ الکہف 39:40:)
اُس باغ کے مالک نے اپنے دوست کی باتوں کو کوئی دیہان نہیں دیا۔ اور آخر کار اللہ نے اُسے سزا دے دی۔ ایک دن اللہ نے اس کے سارے غلہ کو تباہ اور برباد کرنے کے لئے طوفان نازل کر دیا۔ اور جب باغ کا مالک صبح اُٹھا تو دیکھا کہ وہ اپنا تمام غلہ اور مال کھو چکا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ اللہ بہت طاقت والا ذات ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ رشید ہمیں یہ واقعہ نہیں بھولنا چاہئے اور ہمیشہ وہی کرنا چاہئے جیسا کہ ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے۔
''اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں تھے، اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو'' (سورۃ النحل :78)

عمر اور پنگوئین

اس سے پہلے جب وہ سونے کے لئے بستر پر جا رہا تھا، عمر نے اپنے والد کے ساتھ ڈوکومنٹری فلم(Documentary Flim) دیکھی۔ یہ سارے جانوروں کے بارے میں تھی، اور وہ یہ دیکھ کر حیران تھا کہ کچھ جانور بہت ہی مشکل حالات میں کیسے زندگی گزار لیتے ہیں۔ جب وہ بستر پر سونے کے لئے چلا گیا، تو یہ سوچنے لگا کہ وہ کیا دیکھ چکا ہے۔ وہ یہ خیال کرنے لگا کہ وہ وہاں ہے جہاں وہ جانور رہتے ہیں، اور اچانک اس نے اپنے آپ کو ایسی جگہ دیکھا جہاں ہر طرف برف پڑی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر چلنے لگا۔

اور اچانک اُس نے ایک آواز سنی ''خوش آمدید عمر''

''تم کون ہو'' عمر نے پوچھا۔

''میں پنگوئین Penguin ہوں،'' پنگوئین نے جواب دیا۔

باتیں کرنے والی مخلوق بالکل ایسی لگ رہی تھے جیسے اُس نے شام کو پہننے والا جیکٹ Tuxedo پہن رکھا ہو۔ عمر کو یاد آ گیا کہ وہ کون ہے۔ شام کو اُس نے اپنے ابو کے ساتھ جو فلم دیکھی تھی اُس میں پنگوئین کے متعلق بھی معلومات موجود تھیں۔

''او، ہاں'' عمر نے کہا: ''ٹیلی ویژن میں مَیں نے تمہاری زندگی کے بارے میں دیکھا تھا۔ یہاں پر تو بہت سردی ہے، کیا تمہیں سردی نہیں لگتی؟''

پنگوئیں نے جواب دیا: ''یہ قطب جنوبی ہے اور یہاں سردی میں درجہ حرارت 130- ڈگری فارن ہائیٹ (88- ڈگری سنٹی گریڈ) ہوتا ہے۔ اس طرح کی سردی میں بہت سے جانور مر جاتے ہیں، لیکن ہم کو اتنی سردی میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی، اِس لئے کہ اللہ نے ہم کو بعض خاص قسم کہ صلاحیتیں دیں ہیں۔

ہماری جلد کے نیچے چربی کی ایک موٹی تہہ موجود ہے جس کی وجہ سے ہمیں اتنی سردی نہیں لگتی جتنی کہ دوسرے جانوروں کو لگتی ہے۔ اور جب سردی کا موسم آ جاتا ہے، تو ہم دریا کے کنارے کے ساتھ اور بھی جنوب کی طرف چلے جاتیں ہے۔''

عمر کو یاد آیا ''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ہجرت کر جاتے ہو! تمہارے اندر اور کون کون سی خصوصیات ہیں جو مجھے معلوم نہیں ہیں؟ مثال کے طور پر ڈاکومنٹری فلم میں بتا رہے تھے کہ پنگوئیں اپنے انڈوں کی اُس وقت تک بہت حفاظت کرتے ہیں جب تک اُن میں سے بچے نہ نکل آئیں۔ کیا تم مجھے اِس بارے میں بتاؤ گے۔''

پنگوئین ہنس کر کہنے لگا ''کیوں نہیں! ہماری ایک خاصیت دوسرے جانوروں سے بہت مختلف ہے وہ یہ کہ نر پنگوئین مادہ پنگوئین کے بالکل برخلاف انڈے سیتے ہیں۔ اور وہ یہ 22- ڈگری فارن ہائیڈ (30- ڈگری سنٹی گریڈ) کے درجہ حرارت میں 65 دنوں تک بغیر حرکت کئے کرتے ہیں۔ اسی اثنا میں پنگوئیں کی ماں اپنے پیدا ہونے والے بچوں کے لئے کھانا لانے چلی جاتیں ہیں۔ جب بچے پیدا ہو جاتے ہیں، تو وہ ایک مہینے تک اپنے ماں اور باپ کے پاؤں کے اوپر رہتے ہیں۔ اگر ماں اور باپ اپنے بچوں کو صرف دو منٹ کے لئے جدا کر لیں تو سردی سے اُن کی موت واقع ہو جائے گی۔''

عمر نے سر ہلاتے ہوئے کہا: ''اس کا مطلب ہے کہ تم کو بہت ہی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ اور پھر؟۔''

پنگوئین نے جواب دیا ''اللہ نے ہر جاندار کو یہ بتا دیا ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ ہم بھی وہی کرتے ہیں کہ جیسا کہ اللہ نے ہمیں بتایا ہے۔''

عمر اُس سے متفق تھا: ''ہمارے اللہ نے ہر مخلوق کو یہ بتا دیا ہے، کہ اسے کیا کرنا چاہئے اور اپنی خوراک کیسے حاصل کی جائے۔ اور تم پنگوئین کی زندگی اس کے لئے ایک بہترین مثال ہے۔''

پنگوئین دوسری طرف مڑ کر کہنے لگا ''تم دوسری مخلوقات میں اس طرح کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ میری فیملی اس وقت میرا انتظار کر رہی ہے، اس لئے اب مجھے جانا ہوگا۔''

اچانک عمر نے گھنٹی کی آواز سنی۔ صبح ہو چکی تھی اور گھنٹی کی آواز بھی بند ہو گئی۔ اسے یاد آیا کہ اُس کا وہ چھوٹا سا سفر تو ایک خوبصوت خواب تھا۔

جمال اور طوطا

جمال کی ہمیشہ سے یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ کوئی پالتو پرندہ گھر میں رکھے۔ اُسے اُس دن یقین نہیں آ رہا تھا جب اُس کے والد گھر آئے تو وہ اپنے ساتھ ایک بڑا پنجرا اُٹھائے ہوئے تھے۔ اور جب اس نے پنجرے کا کو اُٹھایا تو دیکھا کہ اُس میں چمکتا ہوا زرد اور ارغوانی رنگ کا ایک خوبصورت طوطا تھا۔ جمال بہت خوش ہوا۔ اُس پہلی رات جمال اور طوطے کے درمیان بہت زیادہ باتیں ہوئیں۔

جمال نے کہا۔ ''خوبصورت طوطے تمہارا کیا حال ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارا خوب خیال رکھوں، اس کے لئے مجھے تمہارے متعلق سب کچھ پتا ہونا چاہئے۔ سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری پسندیدہ خوراک کون سی ہے؟''

''میری پسندیدہ خوراک بیج کھانا ہے۔'' طوطے نے جواب دیا۔

''مگر تم اسے کھاتے کیسے ہو؟'' جمال نے پوچھا۔

طوطے نے جواب دیا: ''میں اپنے خوراک کو اپنے پاؤں میں پکڑ سکتا ہوں۔ اور پھر اسے بالکل سینڈوچ کی طرح کھاتا ہوں۔ میں اپنے زبان سے بیج کے چھلکے کو اتانے میں بہت ماہر ہوں۔ اور ایسا کر کے جو میں اپنی بھوک مٹاتا ہوں یہ سب کچھ اللہ کی رحمت اور مہربانیوں کی وجہ سے ہے۔

جمال نے پوچھا ''میں بہت پر تجسس ہوں کہ تم اپنے بال و پر میں اتنے نا قابل یقین رنگ کیسے لے آئے ہو؟''

''دوسرے پرندوں کی طرح'' طوطے نے جواب دیا، ''میرے یہ تیز رنگ میرے پَروں میں موجود ایک خاص قسم کے مادہ کی بدولت آتے ہیں، جب پہلی دفعہ یہ رنگ ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسا کہ ان سے روشنی پھوٹ رہی ہو۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب میرے پَر جھڑ جاتے ہیں تو اُن کے جگہ نئے پَر نکل آتے ہیں، اور جب بھی وہ دوبارہ نکلتے ہیں تو اُن کا رنگ وہی رہتا ہے جو کہ پہلے ہوتا تھا۔ اور یہ اللہ کی تخلیقات کا ایک اور منہ بولتا ثبوت ہے۔

جمال نے سر ہلایا ''یہ واقعی حیران کُن ہے۔ کیا تم وہ آوازیں جو تم سُن لیتے ہو دوبارہ بھی بول سکتے ہو؟''

''وہ آوازیں جو میں سُن لیتا ہوں اُس کو میں دوبارہ بول بھی سکتا ہوں لیکن میں اِن کو سمجھ نہیں سکتا۔ اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے جب اللہ چاہتا ہے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھ جیسا مخلوق بغیر کسی ذہانت کے خود میں یہ صلاحیت پیدا کر دے کہ وہ سُنی ہوئی آوازوں کو دوبارہ بول سکے۔ صرف اللہ ہی یہ قدرت رکھتا ہے کہ کسی ایسے پرندے کی تخلیق فرمائے جیسا کہ میں۔ وہی اللہ ہے جو چیزوں کو بالکل ٹھیک بناتا ہے۔'' طوطے نے وضاحت کی۔

جمال مسکرا کر کہنے لگا۔ ''میں جب تم کو دیکھتا ہوں تو میری اللہ کے لئے پسندیدگی اور بڑھتی جاتی ہے۔ میں اس کی پوری کوشش کروں گا کہ تم یہاں آرام دہ محسوس کرو۔ ایک دفعہ پھر 'خوش آمدید' میرے گھر میں پیارے طوطے۔''

''یاد رکھنا'' طوطے نے کہا: ''سب سے اچھی چیز جو کہ ہم کر سکتے وہ یہ ہے کہ جب ہم اللہ کی عظیم تخلیقات کو اس کائنات میں دیکھیں، تو ہمیں اللہ کی عظمت یاد آ جائے، شکر ادا کریں اور اللہ کو ہر وقت اپنے دل میں رکھیں۔''

''وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا وجود بخشنے والا، صورت بنانے والا، اسی کے لئے (نہایت) اچھے نام ہیں، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔'' (سورۃ الحشر: 24)

یہاں پر ہر چیز میں اچھا ہے۔

علی پرائمری سکول کا طالب علم ہے۔ اُس کے اساتذہ اور دوست اُسے بہت پسند کرتے ہیں۔ وہ بہت منظّم تھا، اور وہ ہمیشہ اپنے والد، ماں اور ہر کوئی جو اُس سے بڑا تھا اُن سب کی بہت عزت کرتا ہے۔ لیکن علی ہمیشہ اُن چیزوں پر زیادہ ردِ عمل ظاہر کرتا ہے جو اُس کے ساتھ اُس کی مرضی کے بغیر ہو جاتی اور اُن چیزوں کے بارے میں پریشان ہو جاتا جو کہ نہیں ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر، جب وہ امتحان دینے کے لئے سکول جاتا، وہ سہما سہما رہتا اور اسی لئے اُس کے ہمیشہ اچھے نمبر نہیں آتے تھے۔ حتہٰ کہ وہ امتحان کے لئے خوب تیاری کرتا، اور وہ پریشانی کی وجہ سے بیمار ہو جاتا۔ جس کی وجہ سے پڑھائی پر دھیان دینا مشکل ہوتا۔ اور بعض اوقات تو وہ، وہ جواب بھی غلط لکھ دیتا جو کہ اُسے بالکل صحیح یاد ہوتے تھے۔ جب بھی ایسا کچھ سامنے آتا جو کہ علی نہیں کر پاتا یا پھر حالات کچھ ایسے ہو جاتے جیسا کہ علی نہیں چاہتا تھا، تو وہ اچانک اُداس اور غمگین ہو جاتا اور اُسے اس بات پر بہت غصہ آتا کہ آخر وہ یہ کیوں نہیں کر پا رہا، یا پھر ایسا کیوں ہوا جیسا کہ وہ نہیں چاہتا تھا۔

ایک دن، جب علی سکول سے آتے ہوئی وہ بہت خوش اور ہمیشہ کی طرح پُر جوش نظر آ رہا تھا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچا، اُس کی ماں بورچی خانے میں شام کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ اُس نے ایک دم اپنی ماں کو یہ بتانا شروع کیا کہ آج اُس کے ساتھ سکول میں کیا ہوا۔

''امی'' اُس نے جذباتی ہوتے ہو کہا ''اِس ہفتہ کے آخر میں ہم اسکول پکنک پر جا رہے ہیں۔ ہم وہاں پر کھانا کھائیں گے، گیند سے کھلیں گے، خوب چہل قدمی کریں گے، گانے گائیں گے اور بہت سے کھیل کھلیں گے۔ کیا یہ زبردست نہیں ہوگا؟''

''ہاں علی یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔'' علی کی ماں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اب یہاں آؤ اپنے ہاتھ دھولو اور ہوم ورک شروع کر دو۔''

علی نے وہ سب کچھ کر دیا جو کہ ماں نے اُس سے کہا تھا۔ علی نے پہلے اپنے منہ اور ہاتھ دھوئے اور، اور اپنے گھر کا کام شروع کر دیا۔ لیکن وہ اب تک جذباتی ہو رہا تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ وہاں پکنک میں کتنا مزہ آئے گا۔ اچانک اس کو ایک خیال آیا، وہ یہ سوچ رہا تھا۔ ''اگر میں اس ہفتہ کے آخر میں بیمار ہو گیا تو؟ پھر تو میں اس قابل نہیں رہوں گا کہ پکنک پر جا سکوں۔ جب میرے دوست کھیل رہے ہوں گے تو اُس وقت میں گھر میں بستر پر پڑا رہوں گا۔'' یہ سوچ کر وہ پھر سے غم زدہ ہو گیا۔ اُس کی ساری خوشی معدوم ہونے لگی۔ جب وہ اپنے گھر کا کام کر رہا تھا تو وہ بس یہی سوچتا رہا۔

شام کے کھانے کے قریب، علی کے والد گھر آ گئے۔ علی کی ماں نے اسے کھانے کے لئے بلایا۔ وہ سب ایک جگہ میز کے ساتھ بیٹھ گئے۔ علی اپنے ذہن میں برے خیالوں کی وجہ سے خاموش اور اُداس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی ماں علی میں یہ تبدیلی دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ علی کے والد نے بھی علی کی اُداسی محسوس کی۔ اور پھر انہوں نے آپس میں باتیں شروع کر دیں۔

''تم نے سکول میں آج کیا کیا؟'' علی کے ابو نے پوچھا۔

''ابو آج ہم نے کچھ نئی چیزیں سیکھیں،'' علی نے جواب دیا۔ ''ریاضی کے کلاس میں مَیں نے بورڈ پر ایک سوال حل کیا جو کہ ٹیچر نے ہمیں دیا ہوا تھا۔''

''تم اپنے ابو کو وہ خوشخبری نہیں سناؤ گے جو تم کو آج ملی ہے؟'' اُس کی ماں نے علی سے پوچھا۔

''ابو اِس ہفتہ کے آخر میں ہم پکنک پر جا رہے ہیں''

''یہ تو بہت اچھی خبر ہے'' اُس کے والد مسکرانے لگے۔ ''لیکن تم اِس بارے میں اتنے خوش نہیں لگ رہے ہو۔''

اُس کی ماں کہنے لگی: ''جب تم سکول سے واپس آ رہے تھے تو کافی خوش تھے مگر اب بہت اُداس لگ رہے ہو۔''

علی نے جواب دیا، ''ہاں میں خوش تھا، لیکن جب میرے ذہن میں ایک خیال آیا تو میں اُداس ہو گیا۔''

''تم اُداس کیوں ہو گئے'' اُس کے والد نے پوچھا۔

علی نے اپنے والد کو بتایا۔ ''اگر میں اِس ہفتہ کے آخر میں بیمار ہو گیا تو میں پکنک پر نہیں جا سکوں گا اور میں بالکل ناخوش رہوں گا۔''

علی کی والدہ نے اُسے یقین دلانے کی کوشش کی: ''تم تو اب بیمار نہیں ہو، اور ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ آگے کیا ہو گا۔ کیا یہ اچھا ہے کہ تم اِس بارے میں غم زدہ ہو جاؤ جس کا تم کو معلوم نہیں کہ یہ ہو گا بھی یا نہیں ہو گا؟''

اُس کا والد کہنے لگا ''دیکھو علی! یہ سب ایسے خیالات شیطان نے تمہارے دماغ میں ڈال دئے ہیں جس کی وجہ سے تم اُن چیزوں کے بارے میں پریشان ہو رہے ہو۔ اس کو کہتے ہیں اندیشوں کی وجہ سے پریشان ہو جانا۔ وہ تمام برے خیالات جو کہ ہمارے دماغ میں آتے ہیں، یا وہ تمام پریشانیاں جو کہ ہمارے دل میں آ جاتیں ہیں، یہ ساری پریشانیاں شیطان ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے۔ اللہ نے ہم کو قرآن میں بتایا ہے کہ جب بھی ہم کو اِس طرح کے خیالات آ جائیں تو ہم کو یہ کرنا چاہئے۔

''اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔''(سورۃ الاعراف:200)

''علی!'' اُس کی والدہ نے کہا ''جب اس طرح کے خیالات ہمارے دلوں میں آ جائیں تو ہم کو اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے اور دعا کرنی چاہئے۔''

علی کا والد کہنے لگا۔ ''ہماری زندگی میں جو کچھ ہمارے ساتھ ہونے والا ہوتا ہے اللہ نے اُس کو پہلے سے طے کر دیا ہے۔ اور اللہ ہر وقت ہمارے لئے اچھا چاہتا ہے۔ اور اگر تم پکنک پر نہیں جا سکتے، تو یقین کرو کہ یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہو گا۔ کچھ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ جو کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے، اور اُن لمحوں سے گھبرا جانے لگتے ہیں جو کبھی کبھار اُن کے ساتھ پیش آ جاتے ہیں۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ اُن کو کسی چیز سے محفوظ رکھنا چاہتے ہوں جو اُن کے لئے بہت نقصان دہ ہو۔ لیکن وہ اِس بارے میں نہیں سوچتے۔ جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اُداس اور پریشان رہتے ہیں۔''

علی نے کہا ''ہاں میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، اب آج کے بعد جب میرے دماغ میں غلط خیالات آ جائیں، میں اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ اور اللہ کا بہت بہت شکریہ کہ جس نے ہمارے لئے سب چیزوں میں اچھائی رکھی ہے۔''

احمد اور بطخ

احمد اپنے خاندان کے ساتھ ہفتہ کے آخر میں اپنے دادا کے پاس گیا۔ ہمیشہ کی طرح شام کے کھانے سے پہلے، احمد کے دادا اُس کو پارک میں گھمانے کے لئے لے گئے۔ جب وہ پارک میں گھوم رہے تھے، تو احمد چھوٹے سے تالاب میں بطخوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اُس کے دادا کو پتہ تھا کہ احمد کو بطخ واقعی میں بہت پسند ہیں۔ اِس لئے وہ اپنے ساتھ انہیں کھلانے کے لئے کچھ لائے تھے جسے احمد ہاتھ میں لیے ہوئے وہ دونوں وہاں بینچ پر بیٹھ گئے۔ اور پھر احمد بطخوں کے پیچھے بھاگنے لگا۔

''ہائے'' احمد نے کہا ''میرا نام احمد ہے اور میں تمہارے لئے کچھ کھانا لایا ہوں''

اُن میں سے ایک بطخ کہنے لگا ''احمد، بہت بہت شکریہ ہمارے لئے خوراک لانے کا۔''

''میں سوچ رہا تھا'' احمد نے کہا ''اگر تم کو یہاں خوراک نہ مِل پائے یا پھر تم وہاں رہتے جہاں انسان نہیں ہوتے ہیں تو تم اپنی خوراک کیسے تلاش کرتے؟''

بطخ نے جواب دیا ''ہم بطخ اکثر پانی کو نہیں چوڑتے، جب ہم بیاباں میں ہوتے ہیں۔ ہم اپنی خوراک پانی سے حاصل کرتے ہیں۔''

''لیکن مجھے اُس پانی میں جس میں تم تیرتے ہو، تمہارے کھانے کے لئے کوئی چیز نظر نہیں آرہی ہے۔'' احمد نے حیرانی سے کہا۔

بطخ نے وضاحت کی ''ہم پانی میں سے اپنی خوراک مختلف طریقوں سے حاصل کرتے ہیں۔ کچھ بطخ پانی کی سطح پر رہتے ہیں اور پھر پودے اور کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں، کچھ اپنے سروں اور اپنے اگلے حصوں کو پانی میں ڈبو دیتے ہیں اور پھر ہوا میں اپنی دُم کی مدد سے ہوا میں خوراک تلاش کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ پانی میں سیدھا غوطہ لگاتے ہیں اور پھر اِس طرح اپنی خوراک تلاش کرتے ہیں۔۔''

احمد کے پاس ایک اور سوال بھی تھا۔ ''تم ہر وقت پانی میں کیوں رہتے ہو؟ تم زمین پر کیوں نہیں چلتے۔''

ہمارے جھلی دار پنجے ہم کو پانی میں تیرنے میں مدد دیتے ہیں، اور ہم نہایت چستی سے پانی میں تیرتے ہیں، لیکن زمین پر چلنے میں ہمیں دشواری ہوتی ہے۔'' بطخ نے اُسے بتایا۔

احمد نے بطخ سے پوچھا ''جب میں پانی میں جاتا ہوں تو مجھے پانی میں تیرنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلاتے رہنا پڑتا ہے۔ اور ڈوبنے سے بچنے کے لئے میں پانی والے پَر اِستعمال کرتا ہوں۔ تم دیر تک تیرتے ہوئے اپنے آپکو کیسے سنبھالتے ہو؟''

''بالکل اسی طرح جیسا کہ تم پانی کی سطح پر رہنے لے لئے خود کہ زیادہ نہیں ہلاتے اور water wings کا استعمال کرتے ہو، اسی طرح ہمارے جسم کے اندر موجود ہوا ہم کو پانی کے سطح کی اوپر رکھے رکھتی ہے۔''

احمد ابھی تک حیران تھا: ''لیکن جب میں واٹر ونگز Water wings استعمال کرتا ہوں، تو میں پانی میں غوطہ نہیں لگا سکتا ہوں۔ تم ان سب کو کیسے منظّم رکھتے ہو؟''

''ہمارے جسم میں ہوا کی تھلیاں ہوتی ہیں جو کہ غباروں جیسی دکھتی ہیں،'' بطخ نے کہا ''جب یہ تھلیاں ہوا سے بھر جاتی ہیں، تو ہم دیر تک تیر سکتے ہیں۔ اور جب ہم پانی کے اندر غوطہ لگاتے ہیں تو ہم اِن ہوا والی تھلیوں سے ہوا کو خارج کرتے ہیں۔ اسی لئے ہم پانی میں آسانی سے غوطہ لگا سکتے ہیں کیونکہ ہمارے جسم میں کم ہوا رہ جاتی ہے۔''

''اسی لئے، تم پانی کے اوپر رہ سکتے ہو، اور پانی کے اندر غوطہ بھی لگا سکتے ہو، اور تم خوبصورتی سے تیر بھی سکتے ہو'' احمد نے کہا۔

بطخ نے کہنا شروع کیا ''یہ سب ہماری جھلی دار پنجوں کی وجہ سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہم آسانی سے تیر سکتے ہیں۔ جب ہم اپنے پنجوں کو پانی میں آگے یا پھر پیچھے کی طرف حرکت دیتے ہیں، تو ہمارے جھلی دار پنجے خود بہ خود پھیل جاتے ہیں اور اور ہم طاقت سے خود کو پانی میں دھکیل سکتے ہیں۔''

''بالکل فلپرز Flippers کی طرح جب ہم اُن کو پاؤں میں ڈالتے ہیں اور گرمیوں میں تیرنے کے لئے جاتے ہیں تو ہم بہت تیزی سے نہایت آسانی سے تیر سکتے ہیں'' احمد نے وضاحت کی۔

''بالکل صحیح احمد'' بطخ نے اقرار کیا ''اگر تم انسانوں کے پاؤں بھی ہمارے جیسے ہوتے تو تم کو چلنے میں دشواری ہوتی۔ کیونکہ ہم پانی والے پرندے ہیں، بہرحال ہم اپنے پاؤں کی اِن ساخت کی وجہ سے آسانی سے تیر سکتے ہیں اور خوب کھا پی بھی کر سکتے ہیں۔''

''آج تک میں نے جتنے بھی بطخ دیکھے ہیں وہ سب ہم شکل ہوتے ہیں، تو اِن میں ہم فرق کی پہچان کیسے کر سکتے ہیں۔'' احمد نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ہم تمام کام بھی وہی کرتے ہیں جس سے ہم ایک جیسے لگتے ہیں،'' بطخ نے احمد سے متفق ہوتے ہوئے کہا۔ ''لیکن بلاشبہ یہاں زمین پر بطخوں کی کچھ بہت سی مختلف اقسام بھی موجود ہیں۔ نر بطخ کی خصوصیات مادہ بطخ کے مقابلے میں زیادہ چمکدار ہوتی ہیں۔ اور یہ مادہ بطخ کے لئے زیادہ محفوظ بھی ہے کیونکہ جب وہ انڈے سینے کے لئے اپنے گھونسلے میں بیٹھتی ہے تو اپنے ہلکے رنگوں کی وجہ سے اُس کے دشمن اُس کو نہیں دیکھ سکتے، اور وہ جب وہاں بیٹھتی ہے وہ زیادہ محفوظ ہوتی ہے۔

''تو اُس وقت کیا ہوتا ہے کہ جب دشمن گھونسلے کے قریب آجائے؟'' احمد نے پوچھا۔

''مادہ بطخ کے سادہ اور ہلکے رنگ وہاں جہاں وہ بیٹھتی ہے وہاں کے پسِ منظر سے بہت مشابہت رکھتی ہے، جس کی وجہ سے اُس کو نزدیک سے بھی پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے۔'' بطخ نے وضاحت کی

''مگر اگر دشمن تمہارے گھونسلے ک قریب آجائے تب آپ کیا کرتے ہو؟'' احمد نے پوچھا۔

بطخ نے کہا۔ ''نر بطخ اپنے چمکدار خصوصیات کے ذریعہ دشمن کی توجہ کو مادہ بطخ کے گھونسلے سے دور رکھتے ہیں۔ جب کوئی دشمن گھونسلے کی طرف جانے کی کوشش کرتا ہے تو نر بطخ ایک دم سے اُڑنا شروع کر دیتا ہے، اور پھر زور زور سے آوازیں نکالنا شروع کر دیتا ہے اور وہ سب کچھ کرتا ہے جو وہ کر سکتا ہے، تاکہ دشمن کے دھیان اور اُس کو وہاں سے ہٹایا جا سکے۔''

تھوڑی دیر احمد نے اُن بطخ کے بچوں کو دیکھا جو کہ پانی میں تیر رہے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ بطخ کے یہ بچے اتنے چھوتے ہیں لیکن پھر بھی یہ اِتنا اچھا تیر لیتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے احمد نے پوچھا۔

''بطخ کے یہ بچے اِس طرح تیزی سے تیرنا کیسے سیکھ لیتے ہیں؟''

''انڈوں سے نکلنے کے صرف کچھ ہی گھنٹوں بعد یہ بچے پانی میں تیرتے اور خود کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں'' بطخ نے جواب دیا۔

احمد حیران رہ گیا کہ اگر میرے پیدائش کے کچھ گھنٹوں کے بعد اگر مجھ کو پانی میں چوڑ دیا جاتا تو میرا کیا حال ہوتا۔ میں اُس وقت اِس قابل نہیں ہوتا کہ تیر سکتا اور بہت سا پانی ہڑپ کر کے مَر جاتا۔ احمد نے سوچا کہ اللہ نے بطخوں کو کتنا زبردست بنایا ہے کہ جس کہ وجہ سے وہ زندہ رہ سکتے ہیں، تیر سکتے ہیں اور پانی میں کھا پی سکتے ہیں۔ احمد کے دادا بنچ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور احمد کے ساتھ آ کھڑے ہوئے۔

''دادا'' احمد نے کہا ''بطخ بہت اچھی طرح تیر سکتے ہیں، ہے نا؟ اور وہ بہت خوبصورت بھی ہیں!''

احمد کے دادا نے متفق ہوتے ہوئے کہا: ''ہاں احمد اِن کی ہر ایک خصوصیت ہم کو یہ دکھاتی ہے کہ اللہ نے ہر جاندار شے کو کتنا اچھا اچھا تخلیق کیا ہے۔ کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ بطخ اُڑ بھی سکتے ہیں؟ اور جب وہ اُڑتے ہیں، تو وہ اپنے راستوں کو تبدیل کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے وہ وحشی پرندوں کے شکار میں نہیں آتے ہیں۔''

''ویسے دادا، بطخوں کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں ہر وقت اپنا راستہ تبدیل کرنا چاہئے شکاری سے فرار کے لئے؟'' احمد نے پوچھا۔

احمد کے دادا نے بتایا: ''بالکل ایسے جیسے کہ اللہ نے دوسرے جانوروں کو اِس جیسی مختلف خصوصیات دی ہیں، اللہ نے اِن میں سے ایک خوبصورت خصوصیت

اِن بطخوں کوبھی دی ہے کہ جس کہ وجہ سے وہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔اللہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے جواللہ چاہتے ہیں۔

’’تمام کے تمام چلنے والے جانداروں کواللہ تعالیٰ ہی نے پانی سے پیدا کیا ہے ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں،بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں، بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں،اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘(سورۃ النور: 45)

’’اب آجاؤ احمد‘‘ دادا نے کہا’’کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔اب گھر چلتے ہیں۔‘‘

’’اچھا دادا۔راستے میں چلتے ہوئے میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ میں نے آج بطخوں کے بارے میں کیا سیکھا!۔‘‘

’’کیا واقعی؟‘‘احمد کے دادا نے پوچھا۔’’اور تم نے یہ سب کچھ کہاں سے سیکھا؟‘‘

’’احمد نے بطخوں کو آنکھ ماری اور جو پانی میں تیر رہے تھے اور اُن کو خدا حافظ کہا۔

احمد اپنے دادا کا ہاتھ پکڑ کر جانے لگا اور بطخوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔گھر جاتے ہوئے وہ اللہ کے عظیم تخلیقات کے بارے میں سوچ رہے تھے اور اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔

بطخ

جب وہ اُڑتے ہیں، بہت سے بطخ، جیسے چیتے، اِتنا تیز جا سکتے ہیں جیسا کہ گاڑی۔اور جب وہ اُڑتے ہیں،اور متواتر اپنے راستے بدلتے رہتے ہیں اِس لئے کہ شکاری کے شکار سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔اور جب وہ پانی میں غوطہ لگاتے ہیں،وہ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے کرتے ہیں کہ وہ شکاری کی گولی سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔

خوبصورت لمبی دُم والی گلہری

بلال اور داؤد دو دوست تھے۔ اُنہوں نے ایک کتاب پڑھی جو کہ جانوروں کے زندگی کے بارے میں تھی اور اِس کتاب کو پڑھنے سے اُن کو بہت مزہ آیا۔ اور اِن جانوروں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے واقعی بہت مزہ آتا ہے۔ اُس رات دونوں نے اپنے خاندان والوں سے بات کی اور اِس بارے میں ضد کی کی وہ اُن کو اِس ہفتے اپنے ملک میں گھمانے لے جائیں۔ راستے میں وہ اُن جانوروں کے بارے میں باتیں کر رہے تھے جن کو وہ دیکھنے جا رہے تھے۔ جیسے ہی وہ گاڑی سے اُترے، وہ درختوں کے اِدر گرد گھومنے لگے۔ اُن کے گھر کے لوگ بینچوں پر بیٹھ گئے اور آپس میں باتیں شروع کر دی۔ بلال اور داؤد نے اپنے گھر والوں سے اجازت مانگی کہ وہ کچھ گھومنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ کچھ جانوروں کو دیکھنا چاہتے تھے۔

کچھ دیر چلنے کے بعد ہی اُنہیں پتوں کے اندر کچھ حرکت محسوس ہوئی۔

''داؤد وہاں دیکھو' بلال نے کہا'' میرے خیال میں یہ گلہری ہے۔''

''یہاں آؤ'' داؤد نے کہا'' اِسے تھوڑا نزدیک سے دیکھتے ہیں''

یہ اصل میں ایک گلہری تھی، جس نے کہا:'' تم دونوں کافی مُتجسّس لڑکے معلوم ہوتے ہو۔ میں تم کو بتا سکتی ہوں جو کہ تم جاننا چاہتے ہو۔''

''ہاں کیوں نہیں ہم کو بتاؤ'' داؤد نے کہا۔

''میں یہ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ تمہاری یہ اِتنی لمبی دُم کس لئے ہے۔'' بلال نے کہا۔

''سب سے پہلے''، گلہری نے جواب دینا شروع کیا:''، میں درخت پر اُوپر مختلف سمتوں میں سکتی ہوں۔ مثال کے طور پر اپنے تیز پنجوں کی وجہ سے میں درختوں پر بہت آسانی سے چڑھ سکتی ہوں۔ میں شاخوں پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھاگ سکتی ہوں، اوپر نیچے گھوم سکتی ہوں، اور میرے تمام رشتہ دار 'بھوری گلہری' (grey squirrels) کہلاتے ہیں۔ اور ہم ایک درخت سے دوسرے درخت تک جو تقریباً پندرہ فٹ (15 feet) (4 میٹر) ہم سے دور ہو تک آسانی سے چلانگ لگا سکتے ہیں۔ ہم ہوا میں بالکل اِس طرح چلانگ لگاتے ہیں جیسا کہ ہم اُڑ رہے ہوتے ہیں، چلانگ لگاتے وقت ہم اپنے ہاتھ اور پاؤں کو کھول دیتے ہیں اور اس طرح ہوا میں ہم تیر رہے ہوتے ہیں۔ ہم اپنی دُم کو پھیلا دیتے ہیں تا کہ ہمارا جسم متناسب رہے، اس کے علاوہ ہم اپنی دُم کو سمت معلوم کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔''

داؤد نے کہا'' میں نے کتاب میں پڑھا تھا کہ کچھ گلہریاں اُڑ بھی سکتی ہیں۔ کیا اُڑنے والی گلہریوں کو صرف ایک لمبی دُم کہ ضرورت ہوتی ہے؟''

''بالکل صحیح''، گلہری نے جواب دیا'' آسٹریلیا میں گلہریوں کی کچھ ایسی اقسام بھی پائی جاتی ہیں جو کہ اُڑ سکتی ہیں۔ اُن کا قد تقریباً 20 سے 35 انچ (Inch) (45 یا 90 سنٹی میٹر) ہوتا ہے۔ یہ ایک درخت سے دوسرے درخت تک لمبی لمبی چلانگیں لگاتی ہیں۔ پروں کہ جگہ اُن کے ہلکی سی جھلی ہوتی ہی اور وہ درختوں سے دوسرے درختوں تک گلائڈرز Gliders حرکت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر چھلانگ لگاتے وقت اُن کے جسم پر موجود جھلی اُن کے ہاتھ سے پاؤں تک پھیل جاتی ہے۔ یہ گلہریاں اپنی ایک چھلانگ میں ایک سو 100 فٹ (تقریباً 30 میٹر) کا فاصلہ طے کر لیتی ہیں۔ بعض اوقات اِن کو اس طرح لمبی لمبی ایک کے بعد دوسری چھلانگیں لگاتے ہوئے تقریباً 1740 فٹ (530 میٹر) کا فاصلہ طے کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے۔

''وہ اِس بات کا اندازہ کیسے لگا لیتی ہیں کہ دونوں درختوں کے درمیان فاصلہ اُتنا ہی ہے جتنا کہ وہ چھلانگ لگا سکتے ہیں؟'' بلال نے حیران ہوتے ہوئے کہا ''بالکل صحیح جگہ پر چھلانگ لگانے کے لئے اُن کو ضرور کوئی حساب کتاب کرنا ہوتا ہوگا۔ تھوڑی سی غلطی کی وجہ سے وہ زمین پر گر سکتے ہیں۔''

گلہری نے بلال کی بات سے اتفاق کرتے ہوتے ہوئے جواب دیا:'' سچ کہا تم نے۔ جب ہم چھلانگ لگاتے ہیں، ہم پتلی شاخوں کو اپنا نشانہ بناتے ہیں اور ہم احتیاط سے بالکل صحیح جگہ چھلانگ لگاتے ہیں۔ یہ کرنے کے لئے ہم اپنی پچھلی ٹانگیں اور اپنی تیز آنکھیں استعمال کرتے ہیں۔ ہماری آنکھیں فاصلہ معلوم

کرنے کے لئے زبردست کام کرتی ہیں، ہمارے مضبوط پنجے اور دُم ہم کو متناسب رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ اور وہی ایک اللہ ہے کہ جس نے ہم کو یہ ساری قابلیت دی ہے اور یہ بھی سکھایا ہوا ہے کہ اِن کو کیسے اِستعمال کرتے ہیں۔ بصورت دیگر ہمارے لئے یہ ناممکن ہوتا کہ ہم پیمانہ اُٹھا کر درختوں اور شاخوں کی لمبائی اور اِن کے درمیان فاصلہ معلوم کرسکیں۔''

داؤد نے پوچھا'' کیا تم اپنی دُم سے اور کام بھی لیتی ہو؟''

درمیان میں بلال کہ اُٹھا'' میں نے ایک دفعہ ایک معلوماتی پروگرام دیکھا، کہ چھوٹے جانور اپنے جسموں سے اُس وقت حرارت خارج کرتے ہیں جب کہ وہ حرکت نہیں کر رہے ہوتے۔ موسمِ سرما میں سردی اُن کے لئے خطرناک ہوتی ہے، خاص طور پر جب ہم سو رہے ہوتے ہیں۔ لیکن، تمام اقسام کے جانوروں کی طرح، اللہ نے گلہریوں کی تخلیق ایسی کی ہے جس سے وہ سخت موسم میں اپنی حفاظت کرسکیں۔ گلہریوں کی دُم گھنی اور ملائم ہوتی ہے جس کو وہ اپنے اوپر لپیٹ لیتے ہیں، اور وہ بالکل Curled (ایک قسم کی مرغابی) کی طرح سوتے ہیں جیسا کہ گیند۔ گلہریوں کہ گھنی دُم اُن کو سخت سرد موسم میں جب وہ سوتے ہیں تو اُن کو سردی سے بچاتی ہے۔''

''ہاں بالکل صحیح'' گلہری نے متفق ہوتے ہوئے کہا۔'' سرد موسم میں ہماری دُم ہم کو گرم رکھتی ہیں۔ مگر ہم اپنی دُم سے ایک اور کام بھی لیتے ہیں۔ جب ہم دوسرے جانوروں کے ساتھ ہوتے ہیں، ہم گلہریاں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے بھی مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اِس کے لئے ہم سُرخ گلہریوں کی مثال لیتے ہیں۔ جب وہ کسی دُشمن کو دیکھتے ہیں، تو وہ اپنی دُم کو ہلانا شروع کر دیتے ہیں اور بھڑکانے والی آوازیں نکالنی شروع کر دیتے ہیں۔''

داؤد کہنے لگا:'' دیکھو تم نے کتنے اخروٹ جمع کیے ہیں۔ تمہیں کافی بھوک لگ رہی ہوگی۔''

گلہری نے جواب دیا:'' پانی میں خوراک تلاش کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہوتا ہے۔ اِس لئے ہم گرمی میں سردی کے لئے خوراک جمع کرتے ہیں۔ اپنی خوراک کی تلاش کرنے کے دوران ہم کافی محتاط رہنا پڑھتا ہے۔ ہم پھل جمع نہیں کرسکتے کیونکہ وہ جلد خراب ہو جاتا ہے۔ سردیوں میں بھوک سے بچنے کے لئے ہم صرف اخروٹ، اناس، صنوبر کا پھل اور اِس قسم کی دوسری چیزیں جو دیر تک خراب نہیں ہوتی کو جمع کرتے ہیں۔ دیکھو یہ اخروٹ میں نے سریوں میں کھانے کے لئے جمع کئے ہوئے ہیں۔''

داؤد نے کہا'' وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہر مخلوق کو یہ سکھا دیا، کہ اُس نے خوراک کیسے جمع کرنا ہے، وہی اللہ ہے جو کہ اپنی ہر مخلوق کو روزانہ کھانا فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناموں میں ایک نام مہیا کرنے والا ہے کیونکہ اللہ ہر اُس جاندار کو کھانا کھلاتے ہیں جو کہ اُس نے تخلیق کئے ہیں۔

''اور بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اُٹھائے نہیں پھرتے، ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے، وہ بڑا ہی سننے جاننے والا ہے۔ (سورۃ العنکبوت:60)

یہ سُن کر گلہری نے کہا'' اللہ نے اپنی مخلوقات میں ماحول اور گردوپیش کے لحاظ سے ہر وہ خصوصیت پیدا کر دی ہے جن میں وہ زندگی گزارتے ہیں۔ یہی ہمارے لئے کافی نہیں ہے کہ ہم خوراک کو تلاش کر کے اُن کو سٹور کرلیں؛ جب سردی کا موسم آتا ہے، تو ہم کو ایسی جگہ کی بھی تلاش ہوتی ہے کہ جہاں ہم اِن چیزوں کو جمع کرسکیں۔ اور یہ سب کام ہم اپنی زبردست سونگنے کی حِس کی وجہ سے کرسکتے ہیں جو کہ اللہ نے ہم کو عطا کی ہے۔ اگر برف میں بارہ اِنچ (12 Inches)(30 cm) کے اندر اخروٹ پڑے ہوئے ہوں تو ہم اُن کو سونگ لیتے ہیں۔

ہم اپنی خوراک کو ایک سے زائد جگہوں پر جمع کرتے ہیں۔ مگر کچھ وقت کے بعد ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم نے اپنی خوراک کہاں رکھی تھی، مگر اللہ نے اِس میں ایک واضع مقصد رکھا ہے۔ جب ہم خوراک کو جنگلوں وغیرہ میں زمین کے اندر چھپاتے ہیں تو کچھ وقت بعد وہاں نئے درخت اُگنا شروع ہو جاتے ہیں۔''

بلال نے سوچنا شروع کر دیا'' اخروٹ اور شاہ بلوط کے درخت کے پھل کے چھلکے تو بہت سخت ہوتے ہیں۔ ہم اخروٹ کو توڑنے کے لئے نٹ کٹر (Nut

استعمال کرتے ہیں۔تم گلہری اخروٹ کونٹ کٹر (cutter) استعمال کیے بغیر کیسے توڑ لیتے ہو؟''

''اپنے دانتوں سے، ہمارے دانت کسی بھی انسان کے دانت سے بہت زیادہ تیز اور مظبوط ہوتے ہیں'' گلہری نے وضاحت کی'' ہمارے سامنے کے دانت، جن کو کاٹنے والے دانت (Incisors) کہتے ہیں، سے ہم سخت چیزوں کو بھی توڑ سکتے ہیں؛ پیچھے موجود دانت (Molar Teeth) کہلاتے ہیں۔ ہمارے اِن تیز دانتوں کا بہت شکریہ، جن کی وجہ سے ہم کسی بھی اخروٹ کا خول توڑ سکتے ہیں چاہے کتنے ہی مظبوط ہوں۔''

''کیا اِس کی وجہ سے تمہارے دانتوں کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچتا؟'' داؤد نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

گلہری نے وضاحت کی: ''تم دیکھ سکتے ہو کہ ہمارے رب کی زبردست تخلیقات، جہاں ہر چیز کے درمیان ایک زبردست ہم آہنگی موجود ہے۔اگر ہمارے دانت ٹوٹ جاتے یا نکل جاتے ہیں تو پھر سے ہمارے نئے دانت نکل آتے ہیں، اللہ نے یہ خصوصیت ہمارے جیسے تمام جانوروں کو عطا کی ہے، تا کہ وہ اپنے خوراک کو کتر سکیں۔''

بلال نے کہا: ''قرآن نے ہمیں ہر اُس جاندار چیزوں کی پختگی اور خوبصورتی کے بارے میں بتایا ہے جو کہ اللہ نے تخلیق کیے ہیں۔

''اور خود تمہاری پیدائش میں اور ان جانوروں کی پیدائش میں جنہیں وہ پھیلاتا ہے یقین رکھنے والی قوم کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (سورۃ الجاثیہ: 4)

داؤد نے کہا'' ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ ہر وقت ہر شے پر قادر ہے۔ ہمیں اُن رحمتوں کے بارے میں سوچنا چاہئے جو اللہ نے ہم کو عطا کیں ہیں، دعا کرو کہ ہم اللہ کے پیارے بندے بن جائے اور ہر وقت اُس کی رحمت طلب کریں۔''

''ہاں تم بالکل صحیح کہتے ہو'' بلال نے کہا'' داؤد میرے خیال میں ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ چلو چلتے ہیں۔ یہ سب کچھ بتانے کا بہت بہت شکریہ پیاری گلہری۔''

''خدا حافظ، میرے پیارے دوستوں'' گلہری نے کہا۔

یہ ضروری ہے کہ اچھے الفاظ کو اختیار کیا جائے

اَنس بہت اچھا، سلیقہ منداور محنتی لڑکا تھا۔ کچھ وجوہات کی بنا پر اُس کے والد اپنے بچوں کے ساتھ شہر سے باہر چلے گئے تھے، اِس لئے اَنس کو اپنے تمام دوستون سے دور ہونا پڑا۔

مختصراً اَنس اور اُس کے والدین اپنے نئے اپاٹمنٹ (Apartment) کو منتقل ہو گئے، اُن کے ہمسائے اُن سے ملاقات کرنے کے لئے آنے لگے۔ اَنس یہاں بہت خوش تھا کیونکہ یہاں اُس کے عمر کے اور بھی بہت سے بچے تھے۔ اَنس کو اپنے یہ نئے دوست بہت اچھے لگے، اور کچھ وقت میں وہ آپس میں بہت گُل مل گئے۔ مگر اُن کے گروپ میں ایک چھوٹا لڑکا عرفان بھی تھا، جو کہ ہمیشہ اُن کے کھیل میں مداخلت کرنا رہتا، کیونکہ وہ یہ چاہتا کہ سب اُس کہ مرضی سے کھیل کھلیں؛ مگر جب اُس کی نہیں مانی جاتی تو وہ جھگڑا شروع کر دیتا۔

ایک دِن، جب سارے لڑکے باغ میں کھیل رہے تھے تو عرفان بھی اُن کے پاس آ گیا۔ وہ اَنس کے نئے کھلونے سے کھیل رہے تھے۔ عرفان کے آنے نے سب کو بے چین کر دیا، کیونکہ سب یہ جانتے تھے کہ جب بھی وہ آتا ہے تو ہمیشہ ہمارے درمیان جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ اِسی وجہ سے اب لڑکوں نے اُسے کھیلانے نہیں دیا۔ عرفان کو بہت غصہ آیا اُس نے اَنس کے نئے کھلونے کو اُٹھایا اور دور زمین سے دے مارا، جس سے وہ ٹوٹ گیا، اَنس بہت پریشان ہو گیا، وہ اور اُس کے دوستوں نے عرفان کے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا۔ انکل افسر نے لڑکوں کی اِن آوازوں کو سُنتے ہی کھڑکی سے لڑکوں کو دیکھنے لگے۔ دادا افسر اِن لڑکوں سے بہت محبت کرتے تھے، وہ ہمیشہ اِن لڑکوں سے ملتے اور اکثر اُن سے اللہ کے وجود کے بارے میں بات کرتے، وہ جو رحمتیں اللہ نے دی ہیں اور اللہ کی احکام کی تعمیل کرنا وغیرہ۔ جب اُنھوں نے لڑکوں کو بحث کرتے ہوئے دیکھا، وہ جلدی سے نیچے آئے۔ عرفان رو رہا تھا۔ لڑکوں نے انکل افسر کو سب کچھ بتا دیا اور پھر وہ باتیں کرنے کے لئے باغ میں بیٹھ گئے۔

اَنس نے اُس کی وضاحت کی ''انکل افس! جب میں اور میرے دوست ہمیشہ ایک ساتھ کھیلتے ہیں تو ہم میں کبھی جھگڑا نہیں ہوتا۔ مگر عرفان ہمیشہ ہمارے کھیل خراب کر دیتا ہے، اور اب کے بعد ہم دوست اُس کے ساتھ دوستی نہیں کریں گے۔''

''مگر یہ وہ نہیں کرتے جو کہ میں چاہتا ہوں'' عرفان نے شکایت کرنے کے انداز میں کہا۔

انکل حنیف نے کہا: ''چلو چھوڑو بچوں ہم سب اپنے مزاج کو صحیح کرتے ہیں اور خوبصورت زندگی گزارتے ہیں اور جہاں بھی ہو، ہم دوستی اور خوشی تلاش کرتے ہیں۔ لیکن اِس کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم اِن چیزوں کی تمنا یا آرزو رکھیں، اور نہ ہم کسی کے انتظار میں رہ سکتے ہیں جو کہ ہم کو یہ سب چیزیں لا کر دیں۔ محفوظ ماحول میں رہنے کے لئے اور اچھی دوستی پانے کے لئے ہم کو کافی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اگر ہر انسان اِس بات پر مُصر رہے کہ وہی سب کچھ ہو جو کہ وہ چاہتا ہے، اور صرف اپنے بارے میں سوچتا رہے اور دوسروں کے بارے میں کوئی خیال نہ کرنا رہے۔ تو ہمارے درمیان صرف ناراضگی اور اختلاف ہی باقی رہے گا، مگر ایمان رکھنے والے جو اللہ سے ڈرتے ہیں وہ کافی مختلف رویہ رکھتے ہیں؛ ایمان والے صابر ہوتے ہیں، درگزر کرتے ہیں، اور اُن باتوں پر اصرار نہیں کرتے کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اُن کے ساتھ نا انصافی کرے تو وہ اُن کے ساتھ توہین آمیز رویہ نہیں رکھتے۔ وہ اپنی خواہشات سے پہلے دوسرں کی خواہشات کو مدنظر رکھتے ہیں، اور ایسا رویہ رکھتے ہیں جس سے اُن کے آس پاس موجود لوگ ناراض نہیں ہوں۔ یہ اوصاف اُن اچھے نیک لوگوں کی ہیں جو اللہ کی دیئے گئے احکامات پر پوری طرح عمل کرتے ہیں۔''

اَنس نے پوچھا ''اچھا انکل حنیف، اگر کوئی جھگڑالو قسم کا آدمی آئے اور غلط سے الفاظ اِستعمال کرنے لگے تو پھر ہم کو کیا کرنا چاہئے؟''

انکل حنیف نے جواب دیا ''ہمیں بالکل وہی کرنا چاہئے جس کا اللہ نے ہم کو حکم دیا ہے، اللہ نے ہم کو قرآن میں بتایا ہے۔ ''نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔'' (سورۃ فُصلت :34)

ہمارے نبی محمد ﷺ نے ہمیشہ ہم کو دوسروں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنے کا درس دیا ہے۔ حدیث میں ہے، ''جو کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ وہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں چلا جائے تو اُس کو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان کی حالت میں مرنا چاہیئے اور لوگوں سے اِسی طرح پیش آئے جیسا کہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اُس کے ساتھ پیش آئیں۔'' (مسلم)

لڑکوں نے انکل حنیف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہم آئندہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آئیں گے۔

ایمان والوں میں عاجزی اور انکساری کہاں سے آتی ہے؟

قرآن میں اللہ نے ایمان والوں کو عاجزی اور انکساری کا حکم دیا ہے۔ ہمارے نبی محمد ﷺ نے بیان فرمایا ہے: *اللہ نے مجھ پر یہ آشکار فرمایا کہ ہم کو ایک دوسرے کے ساتھ انکساری سے پیش آنا چاہیئے۔ نہ ہی کوئی خود کو دوسروں کے مقابلے میں برتر سمجھے اور نہ کسی دوسرے کے مقابے میں حد سے تجاوز کرے۔ (مسلم)*

ایمان والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے، جو بھی ہے وہ اللہ کا ہے اور وہی اللہ ہے کہ جس نے انسانوں کو تمام رحمتیں عطا کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس کا کوئی مطلب نہیں ہے کہ کوئی کتنا اچھا نظر آ رہا ہے، کتنا امیر ہے، یا بہت زہین ہے یا اُس کی کتنی عزت کی جاتی ہے، یا اُس نے کبھی غرور نہیں کیا۔ قرآن میں بتایا گیا ہے کہ ایمان والے بہت عاجز ہوتے ہیں۔

''رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتین کرنے لگتے ہیں تو کہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ (سورۃ الفرقان:63)

اللہ ایمان والوں کو انعام دینے کا اعلان کرتے ہیں اُن کے اچھے اخلاق کہ وجہ سے۔

''سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔'' (سورۃ الحج:34)

ہم اللہ کو کیسے یاد رکھ سکتے ہیں؟

ایمان والے اِس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہر وقت ہم کو دیکھ اور سُن رہا ہے، اور اللہ ہی اُن سب کو وجود بخشنے والا ہے جو کہ اُن کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اپنی زندگی کے ہر لمحے میں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور وہ یہ اللہ کو یاد رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اور ہر اُس لمحے کے جو کہ اُن کی زندگی میں آتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ تخلیق کا اصل مطلب کیا ہے، اور وہ یہ جان کر دوسرے لوگوں کو بھی بتاتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں قرآن میں بتایا ہے کہ ایمان والے لوگ اللہ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں:

''جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں وزمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔'' (سورۃ ال عمران:191)

حدیث میں آیا ہے، کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کی یاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اللہ عزہ وجل فرماتے ہیں:

حدیث

"As my servant thinks about Me so will I be for him. I am with him if he will remember Me. If he calls on Me in himself I will call him in Myself, and if he calls on Me in a group of people, I mention him in a better group in My presence. If he approaches Me one handspan, I will approach him one arm's length; if he approaches Me one arm's length, I will approach him by a cubit; if he comes to Me walking, I will come to him running."

(Bukhari and Muslim)

ایمان والوں کی صفائی کی عادت

ایک دِن ظفر بہت خوش تھا۔سکول میں ٹیچر نے گھر کا کام کرنے کے لئے یہ مضمون دیا تھا کہ صاف ستھرا ہونے کا کیا مطلب ہے۔ٹیچر یہ چاہتے تھے کہ طالب علم جہاں سے بھی ہو سکے اِس مضمون کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور دوسرے دِن جو اُنہوں نے لکھا ہے وہ کلاس کو پڑھ کر سُنائیں۔ظفر نے صفائی کے بارے میں وہ سب کچھ یاد کرنے کی کوشش کی جو اُسے معلوم تھا۔مگر اِس مضمون کے بارے میں بہت سی ایسی باتیں تھی جس کے بارے میں اُس کے پاس بہت زیادہ معلومات نہیں تھیں۔یہ سوچتے ہوئے ظفر کے پاس ایک اچھی ترکیب آئی۔جب سے ٹیچر نے یہ کہا تھا کہ وہ اِس بارے میں معلومات کہیں سے بھی حاصل کر سکتے ہیں، تو اُس نے یہ انکل حمید سے پوچھنا چاہا، جو کہ وہاں اپنے اپارٹمنٹ میں رہتے تھے۔اُس نے جلدی سے اپنی کاپی اور قلم کو اُٹھایا، اپنی والدہ سے اجازت لی اور انکل حمید کے اپارٹمنٹ چلا گیا۔انکل حمید کو یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی کہ ظفر مضمون میں مدد لینے کے لئے آیا ہے، اور پھر اُنہون نے آپس میں باتیں شروع کر دیں۔

''انکل حمید،'' ظفر نے پوچھا،''ہم سب کو صاف سُتھرا رہنا چاہئے، مگر میرے کچھ ایسے دوست بھی ہیں جو صبح سکول آتے ہیں تو اُنہوں نے اپنے منہ بھی نہیں دھوئے ہوتے۔''

انکل حمید نے جواب دیا''دیکھو ظفر، قرآن میں اللہ ایمان والوں کو صاف رہنے اور گندگی سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔وہ لوگ جو قرآن کے بتائے ہوئے ضابطہ اخلاق پر عمل نہیں کرتے، چاہے کسی کام میں بھی ہو، وہ قرآن کے سکھائے ہوئے صفائی کے اُصولوں پر بھی عمل نہیں کرتے۔جس کی وجہ سے اُن کے حالت عجیب سی نظر آتی ہے۔ایمان والے جسمانی لحاظ سے بہت صاف ستھرے ہوتے ہیں۔اُن کے جسم، اُسی طرح اُن کی خوراک، کھانا پینا اور وہ جگہ جہاں وہ رہتے ہیں وہ ہمشہ بہت زیادہ صاف اور اُن میں ایک اچھی ترتیب موجود ہوتی ہے۔ایمان والے ہر اُس جگہ کو جہاں وہ ہوتے ہیں، بالکل اُسی طرح دیکھنا اور رکھنا چاہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں اللہ نے جنت میں صفائی کا ذکر فرمایا ہے۔قرآن میں اللہ ایمان والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اُن کو کیسے اپنی صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔

''.... میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا۔''(سورۃ الحج:26)

''اے ایمان والوں جو پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ پیو اور اللہ تعالی کا شکر کرو، اگر خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' (سورۃ ال بقرہ:172)

''اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر۔ناپاکی کو چھوڑ دے۔''(سورۃ المدثر:5-4)

یہ سُن کر ظفر نے پوچھا''تو ایمان والوں کو ایسا کیا کرنا چاہئے جس سے وہ صفائی کی عادت اپنا سکیں جو کہ اللہ نے ہم کو قرآن میں بتایا ہے۔؟''

''اللہ نے انسانوں کے لئے پانی بنایا ہے جس سے وہ صفائی کرتے ہیں۔'' انکل حمید نے کہا''پانی اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے اور اِس پر ہم کو اللہ کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے۔بہت ضروری کام جو کہ ہم نے کرنا ہوتا ہے، وہ صبح اُٹھ کر اپنے ہاتھ اور منہ کا دھونا ہوتا ہے اور پھر ہم کو اپنا صاف سُتھرا دِن شروع کرنے کے لئے نہانا ہوتا ہے۔قرآن میں اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنت سے زمین پر پانی اُتارتا ہوں کہ انسان اِس سے صفائی کر سکے۔

''...اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جمادے۔''(سورۃ ال انفال:11)

''اِس آیت میں،'' انکل حمید کہنے لگے:''اللہ ہم کو خبردار کرتے ہیں کہ شیطان گندگی کو پسندیدہ دکھاتا ہے اور یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ صفائی سے دور رہے۔شیطان یہ کوشش کرتا رہتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے دور رکھا جائے اور اُن کے دماغ میں صفائی کے بارے میں غلط مشورے ڈالتا رہتا

ہے۔مثال کے طور پر، وہ ہم کو اِس کام سے باز رکھنے کو کوشش کرتا ہے،اور چاہتا ہے کہ ہم کھانا کھانے کے بعد دانتوں کو صاف نہ کریں،اور ساتھ ہی ہمارے دماغ میں یہ ڈال دیتا ہے کہ ہر روز نہانا تو بہت زیادہ مشکل کام ہے،اور اِس طرح کچھ وقت گزرنے کے بعد ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم کو نہانا بھی ہوتا ہے۔اور اگر ہم اس طرح اپنی صفائی کرنا چھوڑ دیں اور ہم ایسا کرنے پر کچھ غلط محسوس بھی نہ کریں، کہ صفائی نہ کرنے سے کچھ نہیں ہوتا تو تھورے وقت بعد صفائی نہ کرنے کی وجہ سے ہماری صحت خراب ہو جاتی ہے۔اور یہی شیطان چاہتا ہے۔وہ انسان کو غلط راہ پر چلا کر دوزخ میں ڈالنا چاہتا ہے۔اور شیطان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ انسان ہمیشہ برائی میں مبتلا رہے،اور اُن کی شکل وصورت اور جِلد ہمیشہ خراب اور دانت گندے اور گلے سڑے رہے۔لیکن وہ آدمی جو قرآن کے بتائے ہوئے ضابطہ اخلاق پر عمل کرتا ہو، وہ ہمیشہ محتاط رہتا ہے تا کہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آئے ،اور جب صفائی کا وقت آتا ہے تو وہ لاپروائی سے کام نہیں لیتا۔''

یہ سُن کر ظفر نے پوچھا'' کچھ لوگ، اگر وہ صاف اور معقول لگ رہے ہوں، ہر وقت ایک جیسے نہیں دکھتے ،مثال کے طور پر، ہوسکتا ہے وہ صاف اور خوبصورت صرف اُس دِن لگتے ہیں جب چھٹی یا پھر کوئی خاص دِن ہو،لیکن جب وہ کوئی خاص بات نہیں ہوتی وہ صفائی نہیں کرتے۔''

انکل حمید نے کہا'' کچھ لوگ باوجود یہ کہ وہ قرآن کے ضابطہ اخلاق پر عمل نہیں کرتے ، وہ بھی صفائی کے بارے میں کافی محتاط ہوتے ہیں۔لیکن یہ اُن کے کام اور عادات ایمان والوں سے جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں سے کافی مختلف ہوتے ہیں۔وہ ایسا صرف اِس لئے کرتے ہیں تا کہ دوسرے لوگ اُن کو برا نہ کہیں اور وہ ہمیشہ اچھے دکھائی دیں۔کیونکہ صفائی کرنے سے وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ اِس سے اللہ خوش ہوتا ہے کہ نہیں۔وہ جب اکیلے ہوتے ہیں یا پھر اُن لوگوں سے ساتھ ہوتے ہیں جن کی وہ پرواہ نہیں کرتے تو پھر اپنی صفائی کا خیال بھی نہیں رکھتے۔لیکن ایمان رکھنے والے لوگ ہر حالت میں اپنی صفائی کا خیال رکھتے ہیں اور وہ صفائی اس لئے نہیں کرتے کہ لوگوں کو خوش کریں وہ اللہ کو خوش کرنے اور اللہ کا حکم ماننے کے لئے صفائی کرتے ہیں۔اور اگر کئی دنوں تک کوئی بھی ایسے لوگوں کو نہ دیکھ رہا ہو پھر بھی وہ صاف اور اچھا نظر آتے ہیں۔''

''اتنی زیادہ معلومات دینے کا بہت شکریہ انکل حمید'' ظفر نے کہا'' آپ نے مجھ کو اب جو کچھ بھی بتایا ہے میں اِس بارے میں سوچوں گا اور پھر اس کو اپنے مضمون میں لکھوں گا،اور آج کے بعد میں خود بھی اپنی صفائی کا خاص خیال رکھوں گا۔''

ظفر گھر گیا اور لکھنا شروع کر دیا۔اُس کی دل سے یہ خواہش تھی کہ وہ کل سکول میں وہ سب کچھ سنائے جو کہ اُس نے لکھا ہے۔جو لوگ دوسرے لوگوں کو قرآن کے بتائے ہوئے ضابطہ اخلاق کے بارے میں معلومات دیتے ہیں، یہ ایمان رکھنے والوں یہ وہ نشانی ہے جس کہ ہر مسلمان میں موجود ہونی چاہیے۔

نعیم اور خوبصورت مور

ہفتہ کے آخر میں نعیم اپنی امی اور بہن کے ساتھ چڑیا گھر گھومنے گئے۔ یہ دیکھ کر وہ انتہائی خوش ہوا کہ سارے جانور کتنے خوبصورت ہیں۔اُس نے اُن میں سے کچھ کو کھلایا اور کچھ جانوروں کو کچھ فاصلے سے دیکھتا رہا۔راستے میں چلتے ہوئے ایک شریر ہاتھی کے بچے نے اُس کی بہن کے کپڑوں پر پانی چھڑک دیا۔نعیم اور اُس کی امی بہت ہنسے اور اپنے راستے پر چل پڑے۔

''دیکھو وہ کتنا خوبصورت مور ہے!'' نعیم کی امی نے کہا۔

نعیم اور اُس کی بہن مور کی خوبصورتی دیکھ بہت متاثر ہوئے۔ مور کو دیکھنے کے لئے نعیم تھوڑا نزدیک گیا تاکہ وہ اُس قریب سے دیکھ سکے۔

''ہیلو نعیم'' مور نے کہا'' جانوروں کی دنیا میں مجھے بہت خوبصورت کہا جاتا ہے۔''

نعیم نے جواب دیا'' تمہاری دُم تو بہت ہی خوبصورت ہے۔کیا سارے موروں کی دُم اِسی طرح ہوتی ہے؟''

مور نے کہا''نہیں میرے چھوٹے دوست،صرف ہم نر مور کے دُم اِسی طرح ہوتے ہیں۔ہم اپنی دُم سے مادہ مور کو متاثر کرتے ہیں تاکہ وہ ہم سے شادی کر لیں۔''

نعیم نے حیران ہوتے ہوئے کہا'' جب مور اپنی دُم کو کھولتا ہے،تو یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ یہ دُم زیادہ خوبصورت اور متاثر کُن ہے۔کوئی تو ہوگا جو تم کو یہ سب سکھاتا ہوگا؟ حالانکہ اِنسان بھی جب اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھتا ہے تو اُس کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کیسے لگ رہا ہے۔''

''تم صحیح کہتے ہو'' مور نے کہا'' ہم آئینہ میں اپنے آپ کو نہیں دیکھتے کہ ہم کتنے خوبصورت لگ رہے ہیں۔اللہ نے ہم کو یہ علم عطا فرمایا ہے کہ جب ہم اپنی دُم کھولتے ہیں تو ہم دلکش نظر آتے ہیں۔''

نعیم نے مور کو اور بھی نزدیک سے دیکھا اور مور کی دُم میں خوبصورت ڈیزائنز (Disigns) اور چمکدار رنگوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

''مجھے بالکل ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے میں ایک خوبصورت تصویر کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ رنگ کتنے خوبصورت ہیں'' وہ بے چین ہونے لگا۔

''کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ میں اپنی دُم میں اِس طرح خوبصورت ڈیزائن بنا سکتا ہوں؟ مور نے نعیم سے پوچھا؛'' یقیناً بالکل نہیں میرے چھوٹے دوست۔ ہمارے دُم کی یہ خوبصورتی خود بہ خود نہیں آئی ہے۔ ہمارے خوبصورت رنگوں کو دیکھ کر ہر کوئی متاثر ہوتا ہے،ایسے جیسے دوسری تخلیقات کو دیکھ کر، یہ اللہ ہی ہے جس نے ہم میں یہ خوبصورتی پیدا کی ہے۔''

نعیم نے مور سے کہا'' اب مجھے معلوم ہو گیا ہے، کہ یہ اللہ ہی ہے جس نے مور کو اِتنا خوبصورت بنایا ہے۔اللہ حافظ میرے اچھے دوست۔''

نعیم اللہ کی حیران کُن طاقت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اِسی طرح واپس اپنی امی اور بہن کے پاس چل دیا،اور اُن کو یہ بتانے کہ اللہ ہی ہے جس نے مور میں اِتنی خوبصورتی پیدا کی ہے۔''

انور اور چھوٹی چڑیا

''کیا یہ اپنے اوپر پَر کھولے ہوئی اور (کبھی کبھی) سمیٹے ہوئے (اُڑنے والے) پرندوں کو نہیں دیکھتے، انہیں (اللہ) رحمٰن ہی (ہوا و فضا میں) تھامے ہوئے ہے۔ بیشک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے۔'' (سورۃ الملک:19)

''کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو تابع فرمان ہو کر فضا میں ہیں، جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں، بیشک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔'' (سورۃ النحل:79)

جب انور سکول سے گھر جا رہا تھا، تو اسی دوران سخت بارش شروع ہو گئی۔ شام کے کھانے کے بعد جب وہ اپنے گھر کا کام شروع کرتے ہوئے، اُس نے اپنی امی سے پوچھا کہ کیا وہ تھوڑی دیر کے لیے بارش دیکھ سکتا ہے۔ اُس کی امی نے کہا کہ تم تھوڑی دیر کے لیے بارش دیکھ سکتے ہو۔ انور کھڑکی کی طرف گیا اور باہر بارش کو دیکھنے لگا۔ باہر گلی میں بہت سے لوگ تھے جو چھتری ہاتھ میں اُٹھائے چل رہے تھے، اور کچھ چھتری کے بغیر تھے، جو کہ عمارتوں کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ کچھ ہی دیر کے بعد ہر طرف سے پانی آنے لگا۔ وہاں سے جب کوئی گاڑی گزرتی تو ارد گرد جانے والے لوگوں پر پانی لگ جاتا اور وہ خود کو بچانے کی کوشش کرتے تاکہ گیلے نہ ہو جائیں۔ انور یہ سوچنے لگا کہ یہ کتنا اچھا ہے کہ وہ گھر میں ہے اور یہ کہ اُسے اللہ کا بہت شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اُس کے پاس کھانا ہے اور رہنے کے لیے گرم مکان ہے۔ بالکل اِسی وقت ایک چڑیا کھڑکی پر آ کر بیٹھ گئی۔ انور نے محسوس کیے کہ یہ چڑیا یہاں ضرور کسی جائے پناہ کی تلاش میں آئی ہے، یہ سوچ کر اُس نے جلدی سے کھڑکی کھول دی۔

''میرا نام انور ہے اگر تم چاہتی ہو تو تم اندر آسکتی ہو'' انور نے کہا۔

''شکریہ انور'' چھوٹی چڑیا نے انور کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ''میں یہاں اندر رہنا چاہونگی جب تک بارش رُک نہیں جاتی۔''

''تمہیں باہر بہت سردی لگی ہوگی''، انور نے ہمدردانہ لہجے میں کہا ''میں نے آج تک کسی چڑیا کو اتنے نزدیک سے نہیں دیکھا۔ دیکھو تمہاری ٹانگیں کتنی چھوٹی ہیں یہ تمہارے جسم کو کیسے سنبھالتی ہیں؟''

''تم صحیح کہہ رہے ہو انور'' چڑیا نے متفق ہوتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے جسم کے مقابلے میں ہماری ٹانگیں بہت پتلی ہوتیں ہیں۔ اور یہ ہمارے جسم کو آسانی سے سنبھال سکتی ہیں۔ اِن ٹانگوں کے اندر کافی پٹھے، شریان ہوتے ہیں۔ اگر ہماری ٹانگیں اِس طرح پتلی نہیں ہوتیں تو ہمارے لیے اُڑنا بہت مشکل ہوتا۔''

''اُڑنے کا بہت اچھا اور حیران کُن احساس ہوگا۔'' انور سوچنے لگا ''تمہارے پَر بھی بہت چھوٹے ہیں، لیکن پھر بھی تم اِن سے اُڑ سکتی ہو۔ تو یہ کیسے ہوتا ہے کہ تم اتنا زیادہ سفر بغیر تھکے کر لیتی ہو۔؟''

''جب ہم اپنی پہلی پرواز کرتے ہیں تو اُس میں ہم کو بہت طاقت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ہمارے سارے جسم کا سارا وزن ہمارے اِن پتلے پَروں کے سہارے پر ہوتا ہے۔'' چڑیا نے کہا ''لیکن ایک بار جب ہم ہوا میں اُڑ جاتے ہیں، تو ہم ہوا میں اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اِس طرح کم طاقت اِستعمال کرنی پڑتی ہے، اِسی لیے ہم تھکتے نہیں ہیں۔ جب ہوا نیچے کی طرف آتی ہے، تو ہم پھر سے اپنے پَر مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہی خاصیت جو اللہ نے ہمارے لیے تخلیق کی ہے، اسی وجہ سے ہم اُڑتے ہوئے زیادہ فاصلہ طے کر سکتے ہیں۔''

یہ سُن کر انور نے کہا ''اُڑنے کے دوران تم اپنے اِرد گرد کیسے دیکھ لیتی ہو؟''

چڑیا نے جواب دیا ''ہماری زبردست عضوِ احساس ہماری آنکھیں اور ہماری اُڑنے صلاحیت جو ہم کو ملی ہے، اللہ نے ہم کو ایک اور حِس مشاہدہ کرنے کی دی ہے۔ اگر ہمارے پاس یہ مشاہدہ کرنے کی حِس اور اُڑنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو ہمارے لیے یہ اِنتہائی خطرناک ثابت ہوتا۔ ہم اپنے سے دور وہ چیزیں انتہائی آسانی سے دیکھ لیتے ہیں جس کو انسان اتنی آسانی سے نہیں دیکھ سکتا، اور ہم اپنی نگاہ سے بہت بڑے علاقے کو دیکھ سکتے ہیں۔ تو جب ہم اپنے سامنے

خطرہ دیکھتے ہیں، تو ہم اپنی سمت کو دوبارہ سے ترتیب دے کر اپنی اُڑنے کی رفتار کو تیز کر لیتے ہیں۔ ہم اِنسانوں کی طرح اپنی آنکھوں کو گُھو ما نہیں سکتے ہیں، کیونکہ ہماری آنکھیں ہماری خانہ چشم کے اندر جمی ہوئی ہوتی ہیں۔ لیکن ہم اپنے سر اور گردن کو تیزی سے ہلا سکتے ہیں جس سے ہماری نگاہ میں موجود علاقہ کا رقبہ بڑھ جاتا ہے۔

انور سمجھنے لگا: ''تو یہی وجہ ہے کہ چڑیا اپنے اردگرد دیکھنے کے لیے ہمیشہ اپنے سروں کو ہی ہلاتیں ہیں۔ کیا سارے پرندوں کی آنکھیں اسی طرح ہوتیں ہیں؟''

''اُلوؤں اور دوسرے وہ پرندے جو کہ شام کے وقت اُڑتے ہیں، کی آنکھیں بہت بڑی ہوتی ہیں۔'' چڑیا نے کہا ''اُن خاص خلیوں (Cells) کا بہت شکریہ جو کہ اُن کے آنکھوں میں ہوتے ہیں، وہ ہلکی روشنی میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اِسی وجہ سے رات کو اُلوّ شکار کے لیے بہت اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں پرندوں کی ایسی اقسام بھی ہیں جن کو آبی پرندے کہتے ہیں؛ اللہ نے اُن کی تخلیق ایسی کی ہے کہ وہ پانی میں بھی اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ وہ اپنے سروں کو پانی کے اندر کر لیتے ہیں اور وہاں کھٹمل اور مچھلیوں کو پکڑتے ہیں۔ اللہ نے اِن پرندوں میں ایسی خاصیت پیدا کیں ہیں جس کی وجہ سے وہ پانی میں آسانی سے دیکھ سکتے ہیں اور شکار کر سکتے ہیں۔''

''سارے پرندے کیوں نہیں، اگر چہ سب کے چونچ ایک جیسے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟'' انور نے پوچھا۔

''اللہ نے مختلف پرندوں کے لیے مختلف اقسام کی چونچیں بنائیں ہیں تا کہ وہ اُس سے اپنا کام آسانی سے کر سکیں،'' چڑیا نے جواب دیا۔ ''ہماری چونچ بالکل ہمارے ماحول کے مطابق تخلیق کی گئی ہے۔ تتلی اور کیڑے مکوڑے ہم پرندوں کے لیے بہت مزیدار خوراک ہے۔ ہم اپنے پتلے اور تیز چونچ کہ مدد سے آسانی سے سُنڈیاں اور کیڑے مکوڑے درختوں کے پتوں کے نیچے سے اُٹھا لیتے ہیں۔ مچھلی کھانے والے پرندوں کی عام طور پر بڑا مگر چمچہ کی طرح کے چونچ ہوتے ہیں جس سے وہ مچھلی کا شکار کرتے ہیں۔ اور پرندے جو کہ پودوں کو اپنے خوراک کے طور پر اِستعمال کرتے ہیں اُن کی چونچ ایسی تخلیق کی گئی ہے جن کی مدد سے وہ پودوں کو آسانی سے بطور خوراک اِستعمال کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو وہ سب خصوصیات عطا کی ہے، جب کی اُن کو ضرورت ہوتی ہیں۔''

انور کے پاس چڑیا کے لیے ایک اور سوال بھی تھا: ''تمہارے کان ایسے نہیں ہے جیسے کہ میرے ہے لیکن پھر بھی تم مجھے بڑی آسانی سے سُن سکتی ہو۔ یہ کیسے ہوتا ہے۔''

''ہم پرندوں کے لیے سُننے کی حِس بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ہم اِسے شکار کے لیے اِستعمال کرتے ہیں اور ہم اسے ایک دوسرے کو کسی بڑے خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے اِستعمال کرتے ہیں اِسی طرح ہم اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اُلوّ کے کان کوئی آواز سُننے میں کافی حساس ہوتے ہیں یہ ایسی معتدل آوازیں سُن سکتے ہیں جو کہ کوئی انسان نہیں سُن سکتا'' چڑیا نے اُسے بتایا۔''

یہ سُن کر انور نے پوچھا: ''تم چڑیا بہت خوبصورت گاتی ہو۔ مجھے تم کو سُننا بہت اچھا لگتا ہے۔ تم اپنی آوازیں کیسے اِستعمال میں لاتی ہو؟''

چڑیا نے جواب دیا: ''ہم بعض اوقات اِس طرح گاتی ہیں جس سے ہم اپنے دُشمن کو خود سے دور رکھ سکیں۔ بعض اوقات ہم اپنے گھونسلے درخت کے دھڑ کے سوراخوں میں بناتے ہیں، اور جب کوئی بھی دُشمن اندر آنے کی کوشش کرتا ہے تو ہم سانپ کی جیسی آوازیں نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔ حملہ کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ اندر گھونسلے میں سانپ موجود ہے۔ اس طرح ہم اپنے گھونسلوں کی حفاظت کرتے ہیں''

''اِس کے علاوہ آپ اپنے گھونسلوں کو دُشمنوں سے بچانے کے لیے اُن کی کیسے حفاظت کرتی ہو،'' انور نے حیرانی سے کہا۔

''اپنے دُشمن کو دھوکا دینے کے لیے ہم بہت سے جھوٹے گھونسلے بنا لیتے ہیں، چڑیا نے کہا۔'' اسی طرح ہم شکاری کو خود سے دور رکھتے ہیں اور اپنے گھونسلوں اور انڈوں کی حفاظت کرتے ہیں جس کو ہم نے اسی جگہ کہیں چھپایا ہوتا ہے۔ زہریلے سانپوں سے اپنے گھونسلوں کی حفاظت کرنے کے لیے ہم اپنے گھونسلوں کا راستہ چھپا لیتے ہیں اور اُن تک پہنچنا کافی مشکل بنا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک دوسری احتیاط ہم یہ کرتے ہیں کہ اپنے گھونسے کانٹا دار درختوں کی شاخوں میں بناتے ہیں۔''

''یہ کیسے ہوتا ہے کی کچھ ہی پرندے پانی میں تیر بھی سکتے ہیں؟ سارے پرندے پانی میں کیوں تیر نہیں سکتے؟'' انور نے اپنے دوست سے پوچھا۔

چڑیا نے کہا: اللہ نے ہم پرندوں میں سے بعض کی تخلیق ایسی کی ہے کہ اُن میں تیرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ اللہ نے اُن کو جھلی دار پنجے عطا کئے ہیں جو کہ اُن کو تیرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ہم میں سے بعض کے پنجے کافی پتلے ہوتے ہیں جن میں جھلی بھی نہیں ہوتی ہے۔ اسی لیے پانی والے پرندوں کے علاوہ دوسرے پرندے تیر نہیں سکتے ہیں۔''

''بالکل مچھلی کے چوڑے پَر کے جیسے!'' انور نے کہا: ''جب میں فلپرز استعمال کرتا ہوں تو میں زیادہ تیزی سے تیر سکتا ہوں''۔

''ہمارے ہاں کچھ ایسے پرندے بھی ہیں جن کے جھلی دار پنجے پیدائیش ہی سے ہوتے ہیں''۔ چڑیا نے کہا۔

انور اور چڑیا یہ باتیں کر رہے تھے، اسی دوران انور کی والدہ نے اُس سے کہا کہ وہ اپنے کمرے میں جا کر اپنا ہوم ورک مکمل کرے۔ اور بالکل اسی وقت بارش بھی رُک گئی۔

انور نے اپنے دوست سے کہا: ''اب مجھے اپنے کمرے میں جانا ہے تا کہ میں اپنا ہوم ورک کر سکوں۔ کل میں اپنے دوستوں کو تمہارے خاص صلاحیتوں کے بارے میں بتاؤں گا، اور یہ کہ اللہ نے تمہیں اور تمام دوسرے جانداروں کی کس طرح زبردست تخلیق کی ہے۔''

''بارش رُک گئی ہے، اب میں واپس اپنے گھونسلے جاؤں گی''۔ چڑیا نے جواب دیا۔ ''مجھے یہاں پر رو کے رکنے کا شکریہ۔ جب تم اپنے دوستوں کو میرے بارے میں بتاؤ تو اُنہیں یہ بھی بتاؤ کہ وہ ہم پر یا پھر کسی بھی مخلوق کو پتھر سے نہ مارا کرے''۔

''ہاں میں کل یہ اُن کو یہ ضرور بتاؤں گا،'' انور نے جواب دیا۔ ''اللہ تمہارا حامی و مددگار رہے۔''

انور نے کھڑکی کھولی اور چڑیا ایک دم سے اُڑ کر چلی گئی۔ انور اللہ کے عظیم تخلیقات کے بارے میں سوچتا رہا اور اپنا ہوم ورک کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔

علی کا چھوٹا دوست

ایک اتوار کو علی اور اُس کی فیملی گھومنے کے لیے پکنک منانے چلے گئے۔ اُس کے والدہ نے پکنک کا سامان زمین کے اوپر ترتیب سے دکھ دیا۔

علی کی امی نے ایک ٹوکری گاجروں سے بھر دی، جو کہ علی کو کافی پسند تھے۔علی ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔وہ وہاں ایک کتاب کو پڑنے کے ساتھ ساتھ گاجریں بھی کھا رہا تھا۔اُس نے ایک خرگوش کو دیکھا جو کہ اُس کے گاجروں والی ٹوکری کی طرف بڑھ رہا تھا۔علی دھیرے سے کھڑا ہو گیا، تا کہ وہ ڈر کی وجہ سے بھاگ نہ جائے۔

تمہیں ضرور بھوک لگی ہوگی، چھوٹے خرگوش'' اُس نے کہا۔

''ہممممم۔۔۔۔۔۔ہاں مجھے گاجر کافی پسند ہیں۔'' خرگوش نے متفق ہوتے ہوئے کہا۔

''اوہووو،'' علی نے کہا'' چلو ہم اِن گاجروں کو کھاتے بھی ہیں اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتے ہیں۔میرے دماغ میں کافی ایسی باتیں ہیں جو کہ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔''

خرگوش نے بھی باتیں کرنا شروع کر دی:''ہم خرگوش ایسے گھونسلوں میں رہتے ہیں جن کو بل (Burrows) کہتے ہیں۔جن کو ہم زمین کھود کر بناتے ہیں۔اور ہمارے زیر زمین زندگی کو گاجر کافی آسان بنا دیتی ہیں کیونکہ وہ زمین کے اندر ہو اُگتے ہیں۔اِس لیے ہم اِن کو آسانی سے ڈھونڈ لیتے ہیں۔گاجر ہماری پسندیدہ خوراک ہے، اور اللہ نے اُن کو تخلیق فرمایا ہے اسی لیے ہمیں اِن کو ڈھونڈنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔کیونکہ اللہ نے اُس کو اِس طرح سے بنایا ہے، جس سے ہم کو خوراک ڈھونڈنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے۔اور یہ اللہ کے تخلیقی معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔''

علی نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اُس چیز کو بالکل اُسی طرح ٹھیک ٹھیک بنایا ہے جس طرح اُن کو اُس کی ضرورت ہوتی ہے۔اُسے پتہ چلا کہ سنگترہ اُس نے سردیوں میں کھایا تھا۔وہ حیران ہو گیا تھا کہ سنگترہ کیسے اپنے خول سے اُترتا ہے اور پھر اِس کو ٹکڑوں میں بانٹ کر کتنی آسانی سے کھایا جاتا ہے۔کیا اِس کی کوئی مختلف قسم ہوتی ہے، اُس نے سوچا، ہوسکتا ہے کہ وہ کھانے میں بھی مختلف ہو۔سنگتروں میں وٹامن سی(Vitamin C) کی بہت بڑی تعداد موجود ہوتی ہے، جو کہ ہمارے صحت کے لیے کافی مفید ہے، اور علی نے اللہ کا شکر ادا کیا جس نے سنگترہ کو پہلے ٹکڑوں کی شکل میں بنایا اور پھر اُس کو اچھی طرح پیک کیا جس کی وجہ سے لوگ اِسے بہت آسانی سے کھا سکتے ہیں۔اللہ نے خرگوشوں کو بھی اُنکے اگلے دانت دیئے ہیں جس سے وہ گاجروں کو کھاتے ہیں۔

''اچھا'' علی نے کہا'' وہ اور کون سی خاصیتیں ہیں جو کہ اللہ نے تمہیں عطا کیں ہوئیں ہیں؟''

خرگوش نے جواب دیا'' اللہ نے ہر مخلوق کو وہ خاصیتیں عطا کیں ہیں جن سے اُن کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا ہو۔اِس دنیا میں خرگوشوں کی کافی ایسی اقسام ہیں جن کی خصوصیات دوسرے خرگوشوں سے کافی مختلف ہے۔مثال کے طور پر، وہ خرگوش جو کہ سرد علاقوں میں رہتے ہیں وہ عام طور پر سفید ہوتے ہیں، اسی لیے وہ برف میں مشکل سے دکھائی دیتے ہیں اور اُن کی یہ خصوصیت اُن کو اوجل ہونے میں آسانی فراہم کرتی ہیں۔جنگلی خرگوش جیسا کہ میں، عام طور پر ہماری پچھلی ٹانگیں اور کان کافی لمبے ہوتے ہیں۔اور وہ خرگوش جو کہ امریکا کے ریگستان میں رہتے ہیں اُن کے کان کافی بڑے ہوتے ہیں، جو کہ اُن کو ریگستان کی گرمی سے حفاظت فراہم کرتے ہیں۔''

علی نے سر ہلاتے ہوئے کہا:''تمہارے اور کچھوے کہ کہانی ہر کوئی جانتا ہے۔تم بہت تیز دوڑتے ہو، ہے نہ؟''

''ہاں'' خرگوش نے کہا:''میری پچھلی ٹانگیں میری اگلی ٹانگوں کہ نسبت کافی لمبی ہوتیں ہیں۔اسی وجہ سے میں تقریباً 40 سے 45 میل (60km/h and 70km/h) تک دوڑ سکتا ہوں اور بعض اوقات میں 20 فُٹ (6 میٹر) تک چھلانگ بھی لگالیتا ہوں۔''

''تو تم اپنا زیر زمین گھر کیسے ڈھونڈ لیتے ہو، اور جب تم اپنے گھر میں نہیں ہوتے ہو کیا کوئی اور خرگوش وہاں جاتا ہے؟'' علی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

’’کچھ جانور اپنے گھروں کو سونگھ کر اُس کو نشانی کر لیتے ہیں،‘‘ علی کے نئے دوست نے وضاحت کی۔ ’’مثال کے طور پر، ہرن کے انکھوں کے نیچے ایک خاص قسم کا مادہ ہوتا ہے۔ یہ مادہ اُس علاقے کی نشاندہی کرتا ہے جہاں وہ رہتے ہیں۔ ہمارے جبڑوں میں خاص قسم کے غدود ہوتے ہیں اور ہم انہی کی مدد سے اپنے گھروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور یقیناً ہم اِس قابل نہیں ہیں کہ ہم یہ سب کچھ خود کر سکیں بلکہ اللہ ہی ہے جو ہمیں یہ سب کچھ سکھاتا ہے۔‘‘

’’کیا تمہارے کوئی بھائی بہن ہیں؟‘‘ علی نے پوچھا۔

’’ہم خرگوش اپنی اولاد بہت جلدی جلدی پیدا کرتے ہیں،‘‘ اُس کے دوست نے جواب دیا ’’ہمارے مائیں بہت کم عرصے کے لیے حاملہ ہوتیں ہیں زیادہ سے زیادہ 28 سے 33 دن۔ وہ بہت سے بچوں کو ایک ہی وقت میں جنم دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر، میرے پندرہ (15) بھائی بہن ہیں .... جب وہ بہت چھوٹے ہوتے ہیں تو وہ تقریباً ایک مہینہ تک اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہیں اس کے علاوہ خرگوش کی ایک اور بھی نمایاں صفت ہے: جب وہ پیدا ہوتے ہیں تو وہ 3 سے 4 دِن تک ایک دوسرے سے شادی کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔‘‘

بالکل اِسی وقت، علی کے والد اُن کے پاس آئے اور اُن کی گفتگو میں شریک ہو گئے۔

’’حتیٰ کہ مجھے یہ سب معلوم نہیں تھا، چھوٹے خرگوش،‘‘ اُس نے کہا ’’اللہ تمہیں اِس کا اجر دے۔ کتنا حیران کر دینے والی کائنات اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی ہے اور ہر تخلیق جو اِس کائنات میں موجود ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’یہ ہے سب اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔‘‘ (سورۃ ال انعام: 102)

اللہ ہی نے ہم کو تمام نعمتیں عطا کی ہیں تو ہم اللہ کا شکر ادا کریں تا کہ اس زندگی میں اللہ کی مدد و نصرت پا سکیں اور اس دنیا کی تمام تکلیفیں ہم ابدی زندگی گزرانے کے لئے برداشت کریں۔ تمہیں معلوم ہے، اللہ ہم کو قرآن میں بتاتا ہے کہ اللہ نے ہم کو صرف اِس لیے پیدا فرمایا ہے کہ ہم اُس کی بندگی کریں۔ اور اِن میں سب سے بہتر یہ ہے کہ ہم ہر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں جو کہ ہم کو اللہ نے عطا فرمائیں ہیں، اپنی زندگیوں کو قرآن کے مطابق ڈھال لیں اور اللہ ہی کے لیے زندگی گزاریں۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:‘‘

’’اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں (رضامندی چاہتے ہیں)، خبردار! تیری نگاہیں اس سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا۔ دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔‘‘ (سورۃ ال کہف: 28)‘‘

’’ویسے ابو‘‘ علی نے پوچھا ’’اگر آپ صرف اپنے اردگرد دیکھیں اور غور کریں، یہاں پر بہت کچھ ہے جس کے لیے ہم اللہ کے شکر گزار ہوں، کیا ایسا نہیں ہے؟ درخت جن کو ہم ہر روز دیکھتیں ہیں، پرندہ جو کہ اُڑتا ہوا دِکھتا ہے، ایک چھوٹا خرگوش .... جب ہم اِن سب چیزوں کو غور سے دیکھتیں ہیں، آپ ہر چیز میں ایک زبردست تخلیق دیکھو گے۔ اور یہ سب ایک زبردست تخلیقی طاقت ہمارے اللہ کی ہے جو کہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟‘‘

’’تم بالکل صحیح کہہ رہے ہو علی‘‘ خرگوش نے جواب دیا ’’اگر اللہ ہم کو یہ سب خصوصیات عطا نہیں فرماتے، تو ہم کسی میں یہ طاقت نہیں ہوتی کہ ہم خود اِن کو اپنے آپ میں پیدا کر لیتے۔‘‘

علی کے ابو نے کہا: ’’یہ بہت اچھا ہوا کہ ہم اِس پکنک کو منانے آئے۔ پہلے تم ہمارے ساتھ آنے پر راضی نہیں تھے، لیکن اب تم نے اِس چھوٹے خرگوش کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور تمہاری گفتگو نے تم کو ان باتوں کے بارے میں سوچنے پر مجبور کیا۔‘‘

’’ابو آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔‘‘ علی نے کہا ’’ہماری گفتگو نے مجھ کو یہ جانے میں مدد دی کہ اللہ ہر چیز میں موجود ہے۔ اور چھوٹے خرگوش تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اب مجھے اپنے والد کے ساتھ جانا ہے۔ میں اپنی امی سے پوچھوں گا کہ اگر ہمارے پاس کچھ اور گاجر ہوئے اور اگر ہم یہ کر سکتے تھے، تو میں وہ تمہارے

پاس لے آؤں گا۔اللہ حافظ۔''

''آسمانوں میں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیں ہیں۔اور خود تمہاری پیدائش میں اور ان جانوروں کی پیدائش میں جنہیں وہ پھیلاتا ہے یقین رکھنے والی قوم کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔(سورۃ الجاثیہ:4-3)

مقصود اور بلی کا بچہ

مقصود جب سکول سے واپس گھر آیا تو ایک خوشخبری اُس کی منتظر تھی۔ کیونکہ اُس کے والدہ اُس کے لیے بلی کا ایک بچہ لے آئیں تھے۔ مقصود یہ کوشش کرتا کہ جب وہ اپنے سکول کے کام سے فارغ ہو جائے تو وہ بلی کے بچے کے ساتھ کھیلے۔ ایک رات، جب وہ اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا، تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ بلی اُس کے کمرے سے نکل کر ایک تاریک کمرے میں گئی اور وہاں پڑا ہوا دودھ پینے لگی۔

''تم نے اِتنی تاریکی میں دودھ کا یہ برتن آسانی سے کیسے ڈھونڈ لیا؟'' مقصود نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہمیں دیکھنے کے لیے زیادہ روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی،'' بلی نے جواب دیا۔ ''ہماری آنکھیں انسانوں کی آنکھوں سے بہت مختلف بنائی گئی ہے۔ ہماری آنکھوں کی پچپوٹے بہت زیادہ کھل جاتے ہیں اور کمرے میں موجود کم سے کم روشنی کو بھی وہ اپنے اندر جتنا ممکن ہو جذب کر لیتے ہیں۔ اور ہم بلیوں کی آنکھوں میں خاصل لئیر (layer) موجود ہوتا ہے جو کہ اِنسانوں کی آنکھوں میں نہیں ہوتا؛ یہ لئیر ریٹینا (Retina) کے بالکل پیچھے موجود ہوتا ہے جو کہ روشنی کو واپس منعکس کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے روشنی ہمارے ریٹینا (Retina) سے دو دفعہ گزرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری آنکھیں زیادہ چمکدار ہوتی ہیں اور ہم تاریکی میں بھی اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ نے ہمارے اندر وہ تمام صلاحیتیں پیدا کیں ہیں جس کی وجہ سے ہم ہر طرح کے حالات میں زندگی گزار سکتے ہیں۔ ایسا ہونا بالکل ناممکن ہے، جیسا کہ نظریہ ارتقاء میں کہا جاتا ہے، کہ ہمارے اندر یہ ساری خصوصیات خود بہ خود یا پھر وقت کے ساتھ ساتھ پیدا ہو گئیں ہیں۔ اللہ نے بلیوں اور تمام دوسرے جانوروں کو ایک ہی دفعہ میں اور مکمل پیدا کیا ہے۔''

مقصود نے ایک لمحے سوچا: ''ہم اِنسانوں کو معلوم ہے کہ جب تم کسی اُونچی جگہ سے چھلانگ لگاتی ہو تو تم ہمیشہ اپنے چاروں پاؤں ہی زمین پر لگاتی ہو۔ تم یہ سب کیسے کر لیتی ہو؟

''تم صحیح کہہ رہے ہو،'' بلی کے بچے نے جواب دیا ''ہم بلیاں اُونچے درختوں پر چڑنے کو کافی پسند کرتے ہیں اللہ نے ہم کو یہ خاص خاصیت اِس لیے دی ہے کہ گرتے وقت ہم اپنی حفاظت کر سکیں۔ جب ہم گرتے ہیں، ہم اپنے آپ کو متناسب رکھنے کے لیے اپنی دُم کا استعمال کرتے ہیں، اسی دوران ہم اپنے جسم میں موجود وزن کے مرکز کو بدل کر اپنی ٹانگوں کو زمین پر لگا لیتیں ہیں۔ اسی سے اندازہ لگا لو کہ اللہ ہم پر کتنا مہربان ہے۔''

مقصود نے دھیمے سے بلی کے بچہ کو اُٹھا کر اپنی گھود میں رکھ لیا۔ ہر روز جب وہ اب خوبصورت تخلیقات کو دیکھتا، وہ سوچتا کہ یہ سب اللہ کی برتری اور فضلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، اور اِس طرح بلیوں کے لیے اُس کے دل میں محبت اور زیادہ ہو جاتی۔ اور جب بھی مقصود بلی کے بالوں پر ہاتھ پھیرتا تو بلی بھی خرخراہٹ کی سی آوازیں نکال کر اپنی محبت کا اظہار کرتی۔

''(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا! وہی مشرق و مغب کا اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔'' (سورۃ الشعرآء:28)

سید اور Squid

سید نے گرمیوں کے چھٹیوں میں تیرنے کو زیادہ اہمیت دی تا کہ وہ اپنے آپ کو گرمی سے بچائے رکھے۔ اُس کے والد نے اُس کو گوگلز (Goggles) کا ایک جوڑا لا کر دیا تا کہ وہ پانی کے اندر دیکھ سکے۔ پانی کے اندر اُس نے بہت سے حیران کر دینے والے نظارے دیکھے۔ایک دفعہ جب وہ اپنے گوگلز (Goggles) کی مدد سے پانی سے اندر دیکھ رہا تھا، اُس نے کسی چیز کو دیکھا جو کہ مچھلی سے کافی مختلف تھا۔

''تم کون ہو؟'' سید نے اُس سے مخاتب ہوتے ہوئے کہا۔

''زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے، سید!'' اُس مخلوق نے جواب دیا۔''میں سقویڈ (Squid) ہوں۔لوگ اکثر ہم پر مچھلی ہونے کا گمان کرتے ہیں؛ حالانکہ ہم مچھلیوں سے کافی مختلف ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر ہمارے جسم میں ایک بھی ہڈی نہیں ہوتی۔''

سید حیران ہو گیا،''اگر تمہارے جسم میں ایک بھی ہڈی نہیں ہے تو تم حرکت کیسے کرتے ہو؟'' اُس نے پوچھا۔

اگر تم سچ جاننا چاہتے ہو' squid نے جواب دیا،''ہم کچھ اِس طرح حرکت کرتے ہیں جن کو تم جان کر حیران ہو جاؤ گے۔ہمارے جسم بہت نرم ملائم اور ہماری جلد کافی گاڑھی ہوتی ہے۔ ہماری جلد کے نیچے بہت سے بافت (Muscles) ہوتے ہیں۔ہم پانی کو اپنے جسم کے اندر لے جاتے ہیں اور پھر اس پانی کو ہم زور سے باہر نکال لیتے ہیں۔اور اِسی طرح ہم تیرتے ہیں۔''

''کیا مجھے یہ سب آسان لفظوں میں بتا سکتے ہو کہ یہ سب آخر کس طرح ہوتا ہو؟'' سید نے پوچھا۔

Squid نے وضاحت کی:''ہمارے سر کے دونوں جانب دو جیب کے طرز کے شگاف ہوتے ہیں۔اِسی شگافوں کی مدد سے ہم پانی اپنے جسم کے سوراخ میں کھینچ لیتے ہیں، اور پھر ہم اس پانی کو اچھی خاصی طاقت سے باہر نکال لیتے ہیں اور یہ پانی ہم ایک کم چوڑے پائپ (Narrow Pipe) کی مدد سے باہر نکالتے ہیں جو کہ ہمارے سروں کے نیچے ہوتا ہے۔ وہ طاقت جو ہم لگاتے ہیں، اُس کی وجہ سے ہم پانی کے اندر مخالف سمت مُڑ سکتے ہیں۔اور اپنی دشمن سے جو ہمارا تعاقت کر رہا ہوتا ہے اُس سے فرار ہو سکتے ہیں۔''

''صحیح،'' سید نے کہا،''سوچو اگر تم بھاگ کر نکلنے میں زیادہ تیزی نہیں دکھا سکتے تھے؛ تو پھر تم کیا کرو گے؟''

''اگر ہم بھاگ نکلنے میں ہم اتنی تیزی نہیں کر سکتے تھے جتنی کہ ضرورت ہوتی ہے تو'' squid نے جواب جاری رکھا،''ہم ایک گہری رنگ کہ سیاہی اپنے دُشمن کے اوپر پھینک دیتے ہیں، جو کہ اُن کو کنفیوز (Confuse) کر دیتی ہے، اور پھر ہمارے بھاگنے کے لیے چند سیکنڈ ہی کافی ہے۔ ہماری دشمن ہم کو اُس گہری سیاہی کے اُس پار نہیں دیکھ سکتا جس کا فائدہ اُٹھا کر ہم بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔''

یہ سُن کر سید کافی متاثر ہو گیا:''اللہ نے تمہاری تخلیق ایسی کی ہے کہ تم ہر اُس لمحے کے لیے تیار رہتے ہو جس سے تم کو کوئی خطرہ ہو سکتا ہے۔میرا نہیں خیال کہ ہم اِنسان یا پھر کوئی دوسرا مخلوق خود ہو اپنے لیے اِس طرح کے خصوصیات پیدا کر سکے۔''

Squed نے متفق ہوتے ہوئے کہا:''سید تم بالکل صحیح کہ رہے ہو۔ یہ سب خصوصیات ایک زبردست خالق اللہ ہی کر سکتا ہیں۔ جتنی بھی تخلیقات تم دیکھ رہے ہو اُن سب کو اللہ نے اپنی حیران کُن خصوصیات کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔کوئی بھی مخلوق اپنے لیے اس طرح کہ خصوصیات پیدا نہیں کر سکتی۔تم جہاں بھی دیکھو وہاں تم کو اللہ کہ طاقت اور بڑھائی نظر آئے گی، اور کہیں بھی اُس کے مقابل کوئی بھی طاقت موجود نہیں۔''

''مِسٹر sqid تم سے مل کو بہت خوشی ہوئی۔اور اتنی زیادہ معلومات دینے کا نہایت شکریہ،'' یہ کہ کر سید نے تیرنا بند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم

میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اُکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔'' (سورۃ البقرۃ:255)

کمال اور سمندری گھوڑا

چھٹی کا دِن گزارنے کے لیے کمال اور اُس کی فیملی سمندر کے ساحل پر گئے۔ وہاں پر سمندر کے کنارے ایک چھوٹے سے سٹور کے سامنے ایک مچھلی گھر تھا، جس میں کچھ دلچسپ سمندری مخلوق تیر رہی تھی۔ کمال مچھلی گھر کے سامنے گیا جہاں اُس کے اندر ایک سمندری گھوڑہ آہستہ آہستہ سے تیر رہا تھا۔

''تم کتنے چھوٹے ہو،'' کمال نے کہا۔''میں نے سوچا تھا کہ سمندری گھوڑا کافی بڑا ہوتا ہوگا۔''

''ہاں'' سمندرے گھوڑے نے جواب دیا۔''جن لوگوں نے ہم کو ٹی وی (TV) یا پھر کتابوں میں دیکھا ہوتا ہے اُن کے خیال میں ہماری جسامت کافی بڑی ہوتی ہے حالانکہ ہماری جسامت 2 سے 12 انچ (30cm اور 4) تک ہوتی ہے۔''

کمال نے تھوڑا قریب سے دیکھنے کو کوشش کی:''تمہاری آنکھیں ہر سمت میں گھوم سکتی ہے، کیا ایسا نہیں ہے؟ اور اِسی وجہ سے تمہیں معلوم ہوسکتا ہے کہ تمہارے چاروں طرف کیا ہو رہا ہے۔''

''تم صحیح کہہ رہے ہو'' سمندری گھوڑے نے اتفاق کرتے ہوئے کہا:''اللہ نے ہمارے سَر ہمارے جسم کے بالکل متوازی بنائے ہیں۔ اور اس طرح کی نمایاں صفت کسی بھی سمندری مخلوق کے پاس نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے، ہم اپنے اجسام کے بالکل عمودی رُخ میں تیرے ہیں، اور اپنے سروں کو صرف اوپر اور نیچے کی طرف حرکت دے سکتے ہیں، اصل میں، اگر کسی دوسے مخلوق کے پاس یہ صفت ہوتی، تو اُن کے ساتھ ایک مسئلہ ہوتا وہ یہ کہ اُن کے اپنے سر دائیں بائیں گھومانے میں کافی مشکل پیش آتی اور وہ اِس قابل نہیں ہوتے کہ کسی بھی ممکنہ خطرے سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکے۔ لیکن ہمارے خصوصی ڈیزائن (Design) کی وجہ سے ہم کو اِس وجہ سے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

اللہ نے ہمارے آنکھیں بالکل آزاد تخلیق فرمائی ہے۔ اور اِن کو اِس قابل بنا دیا ہے کہ وہ آزادی سے ہر طرف گھوم سکیں، اور جس طرح ہماری آنکھیں ہر طرف گھوم سکتی ہیں اِسی طرح سے وہ اِتنی آسانی سے دیکھ بھی سکتیں ہیں۔ اِسی وجہ سے ہم اپنا سَر گُھمائے بغیر ہر طرف آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔

اِس دنیا میں موجود لاتعداد انواع واقسام کے ڈیزائین (Design) اور حیران کردینے والی خصوصیات جو کہ اللہ نے جانداروں میں پیدا فرمائی ہیں یہ سب اللہ کا نہ ختم ہونے والا فنی حُسن اور بے حد علم وہ دانش کا اقرار کرتی ہے۔''

کمال نے ایک اور سوال پوچھا جو کہ وہ اُس سے پوچھنا چاہتا تھا:''ایک چیز کے بارے میں مَیں بڑا پُر تجسُس ہوں؛ وہ یہ کہ تمہارے کوئی پَر نہیں ہیں اور نہ ہی تمہاری کوئی دُم ہے، تو پھر تم کِس طرح سے پانی میں اوپر اور نیچے جاتے ہو؟''

سمندری گھوڑے نے جواب دیا:''ہم خاص طرح سے تیرتے ہیں۔ ہمارے جسم میں تیرنے کے لیے تھلیاں موجود ہوتی ہیں جس کے اندر ایک خاس قسم کی گیس موجود ہوتی ہے، ہم اس گیس میں اپنی ضروریات کے مطابق کمی بیشی کرتے رہتے ہیں، جس سے ہم پانی میں اوپر نیچے جاسکتے ہیں۔ اگر ہوا کی اِن تھیلوں کو کسی وجہ سے نقصان پہنچ جائے، تو ہم سمندر کی تہہ میں چلے جاتے ہیں، اُس وقت تک کہ ہم کوئی دوسرا راستہ تلاش کرسکیں، اگر ہماری اِن تھیلیوں میں گیس کی مقدار میں فرق آجائے تو ہماری موت واقع ہوجاتی ہے۔ ہمارے اللہ نے اِس گیس کی مقدار کو نہایت اچھی طرح سے بنایا ہے۔''

''واقعی کیا زبردست ڈیزائن ہے!'' کمال نے سانس لیتے ہوئے کہا۔

میرے پیارے دوست جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو،'' سمندری گھورے نے کہنا شروع کیا'' اللہ نے سمندری گھوڑوں اور اس کائنات میں موجود تمام مخلوقات کو اُن کے ضروریات کے مطابق صحیح خصوصیات عطا کیں ہیں۔ ہم سمندری گھوڑے اُن بے شمار مخلوقات میں سے ایک ہیں جو کہ سمندر میں رہتے ہیں، اور ہم اللہ کے زبردست طاقت اور بے انتہا علم کی ایک مثال ہیں۔''

جب کمال اور سمندری گھوڑے کی گفتگو اختتام کو پہنچی تو کمال اپنی والدہ کے پاس واپس چلا گیا۔ اِس ننھے سے جانور میں عجیب اور انوکھی تخلیق نے کمال کو بہت

حیران کر دیا اور اتنا ہی اللہ کی زبردست تخلیقات نے۔

کریم اور اُس کا دادا حسن

کریم کھڑکی سے باہر دیکھ کر بے قراری سے اپنے دادا کا انتظار کر رہا تھا۔ جو وقت وہ اپنے دادا کے ساتھ گزارتا ہے اُس میں اُسے بہت مزا آتا ہے۔ اور آخر کار اُس کا دادا گھر پہنچ گیا۔ کریم جوش میں دروازے کی طرف بھاگا اور اپنے دادا کے ساتھ بغل گیر ہو گیا۔ دادا اُس کے لیے ایک تحفہ لائے تھے جس میں اُس کا ایک پسندیدہ کھلونا اور کچھ تصویروں والی کتابیں موجود تھیں۔ دادا حسن کا اپنے پوتے کو خوش دیکھنا بہت پسند تھا۔ دادا حسن نے کہا: ''آج میرا اِس شہر کے باہر کچھ کام ہے تم بھی میرے ساتھ آؤ گے؟ ہم دونوں اِس تفریح سے خوب لطف اُٹھائیں گے۔''

کریم نے اِس پیشکش کو خوش دلی سے قبول کیا۔ وہ شہر سے باہر نکل گئے، اور کریم اِس تفریح سے واقعی بہت لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''ہوا واقعی بہت خوشگوار ہے،'' یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک گہرا سانس لیا۔ ''آج ہم اپنے اِس تازہ ہوا سے اپنے پھیپھڑوں کو بھر دیں گے۔ میری خواہش ہے کہ شہر میں بھی ہوا ہر وقت اِس طرح کی رہے۔''

''یہ تھوڑا سا مشکل ہوگا،'' دادا نے جواب دیا، ''کیونکہ گاڑیوں کا دھواں، مِلوں کا دھواں، خاص کر پانی میں، اِس کے علاوہ درختوں کی کمی جس کی وجہ سے ہوا کی آلودگی میں کمی نہیں آتی۔''

کریم نے تھوڑا سوچ کر کہا: ''میں یہ جانتا ہوں کہ دھواں کیا ہے مگر مجھے یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ آخر پودوں کا اِس کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ میرے خیال میں درختوں سے ہم پھل وغیرہ حاصل کرتے ہیں اور اِس کی وجہ سے شہر خوبصورت لگتے ہیں، کیا ایسا نہیں ہے؟''

''تم صحیح کہہ رہے ہو'' دادا نے جواب دیا، ''درخت سے ہم پھل حاصل کرتے ہیں اور یہ خوبصورتی کا باعث بھی ہے، لیکن جو سب سے زیادہ ضروری ہے وہ یہ کہ وہ ہوا کو صاف کرتے ہیں۔ پودوں کے سانس لینے کا عمل جانوروں کے سانس لینے کے عمل سے بالکل مختلف ہے۔ اِنسان اور دوسرے جانور سانس لینے کے دوران اپنے جسم کے اندر آکسیجن (Oxygen) لے جاتے ہیں، اپنے جسم کے اندر اِس کو اِستعمال کرنے کے بعد، ہم اس ہوا کو کاربن ڈائی آکسائیڈ (Carbon dioxide) کی شکل میں خارج کر دیتے ہیں۔ لیکن پودے اِس کے بالکل متضاد عمل کرتے ہیں: وہ کاربن ڈائی آکسائڈ کو اندر لے جاتے ہیں اور آکسیجن کو خارج کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ہوا صاف رہتی ہے۔ ویسے کریم! اِن پودوں کی اور بھی حیران کر دینے والی خصوصیات ہیں، اگر تم چاہو تو میں تم کو اِن پودوں کے متعلق اور بھی بہت کچھ بتاؤں گا۔''

''ہاں دادا کیوں نہیں، میرے توجہ بالکل آپ کی طرف ہے!'' کریم نے جوش میں چلاتے ہوئے کہا۔

دادا نے ایک گہری سانس لی اور کہا، ''پودے ایک خاص عمل سے سانس لیتے ہیں جس کو فوٹوسین تیسیس (Photosynthesis) کہتے ہیں۔''

PHOTOSYNTHESIS

''یہ فوٹوسین تیسیس (Photosynthesis) کیا ہوتا ہے؟'' کریم نے سوال کیا۔

''میں اِس کی وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا،'' دادا نے کہا، ''لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہوگا کیونکہ یہ کافی مشکل اور پیچیدہ عمل ہے۔ حتیٰ کہ سائنس دان خود اِس عمل کو پورا نہیں سمجھ پائے ہیں۔''

کریم نے سوچ کر کہا: ''تو پودے اُس عمل سے زندہ رہتے ہیں جس کو اب تک سائنس دان سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب آپ لفظ پروسیس (Process) کا اِستعمال کرتے ہیں میرے خیال میں ریاضی کے سوالات اور فارمولاز آجاتے ہیں۔ اور بعض اوقات حساب کو سیکھتے ہوئے ہمیں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن پودے جن کے پاس ہمارے جیسا جسم اور دماغ نہیں وہ بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ تو بالکل ایک معجزہ ہے!''

''یہ سُن کر دادا حسن مُسکرا دیئے: ''ہاں یہ بالکل ایک معجزہ ہی ہے۔ اُسی دِن سے جب یہ پودے اللہ نے تخلیق کئے ہیں پودے یہ سارا کیمیائی عمل بغیر کسی

مشکل کے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جہاں کہیں بھی سبز پودے ہیں، اُن کے اندر ایک فیکٹری ہے جو کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ، پانی اور سورج کی روشنی کو اِستعمال کر کے شکر (Sugar) بناتی ہے۔ ہماری معلومات بھی کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ ہم جو پالک کھاتے ہیں، سلاد جس کے اندر lettuce ہوتا ہے، اور ivy جو ہمارے گھروں میں ہوتا ہے، یہ ہر وقت ہمارے لئے کوئی نہ کوئی چیز بنا رہے ہوتے ہیں۔ یہ سب ہم انسانوں پر اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ نے یہ پودے اِنسانوں اور جانوروں کے فائدہ کے لیے بنائے ہیں۔ یہ بے عیب عمل جس کو اب تک ترقی یافتہ انسانی ٹیکنالوجی بھی پورے طرح سمجھ نہیں پائی ہے اِس کو ہزاروں سالوں سے انسان اِستعمال کر رہا ہے۔ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں کہ اِنسان اگر چاہے تو وہ ایک سادہ سا درخت بھی نہیں بنا سکتا:

''بھلا تو بتاؤ؟ کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگا دئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں۔ (سیدھی راہ سے)'' (سورۃ النمل:60)

کریم بہت حیران تھا کہ پودے بھی ایک خاص کیمیائی عمل کے ذریعے سانس لیتے ہیں جس کو فوٹوسین تھیسس (Photosynthesis)۔ ''تو یہ سارا کیمیائی عمل ہوتا کیسے ہے۔؟ وہ حیران تھا۔ وہ اِسی بارے میں سوچ رہا تھا کہ اُس کے دادا نے آگے بتانا شروع کیا: ''مٹی، پانی، ہوا اور سورج کی روشنی کو اِستعمال کرتے ہوئے پودوں کے خلیے (Cells) ایک خاص مقداد میں معدنیات (Minerals) اور مٹی سے پانی کو لے کر اِس کو اِستعمال کر کے ہم انسانوں کے لیے خوراک بناتے ہیں۔

جو توانائی وہ سورج کی روشنی سے لیتے ہیں، اِس سے وہ اِن معدنیات کو تھوڑ پھوڑ دیتے ہیں اور پھر ان کو خوراک کی شکل دے دیتے ہیں۔ یہ تو اِس سارے عمل کا صرف ظاہری نقشہ ہے، لیکن ہر مرحلہ پر تم بہت ہی خاص اور زبردست تدبیر دیکھو گے۔ یہ تو واضح ہو گیا ہے کہ اِس سارے حیران کر دینے والا نظام جو کہ پودوں میں پایا جاتا ہے یہ سب انسان کہ زندگی کے فائدے کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔''

''تو یہ پتے Leaves کیا کام کرتے ہیں؟'' کریم نے پوچھا۔

دادا حسن کہنے لگے: ''تم نے تو خوردبین (Microscopes) کو سکول کی تجربہ گاہ (Laboratory) میں دیکھا ہو گا جن سے انتہائی چھوٹی چیزوں کو دیکھا جاتا ہے؟۔۔ اچھا، اگر ہم کسی پتے کو کسی طاقت ور خوردبین کے نیچے دیکھیں، تو ہم کو ایک دفعہ پھر اللہ کی عظیم تخلیق کا جلوہ دکھائی دے گا۔ ہر پتے میں ایک زبردست پیداواری نظام (Productoin system) کو دیکھیں گے۔ ہم پتے کے اندر موجود چیزوں کو اپنی روزمرہ کی اُن چیزوں سے موازنہ کر سکتے ہیں جو کہ ہم استعمال کرتے ہیں۔ جب ہم کسی پتے میں موجود عناصر (Elements) کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہم دیکھیں گے کہ ان میں بھی پوری ایک فیکٹری لگی ہوئی ہے جس کے پائپ اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں جو کہ برابر کام کر رہے ہیں، اِس کے اندر خاص پروسیس (Process) کے لیے کمرے موجود ہیں، اِس میں موجود سوراخ پریشر ککر (Pressure cookers) جیسے کام کر رہے ہوتے ہیں اور بے شمار بٹن ہزاروں کاموں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اور اگر ہم اِس کو اور بھی غور سے دیکھیں، ہم اِس میں وقت کا اندازہ رکھنے والے Timers، تھرموسٹیٹس Thermostats، ہوا میں رطوبت کا اندازہ رکھنے والے Humidifiers، درجہ حرارت کو کنٹرول کرنے وال آلات Heat control Mechanisms اور Feedback Systems یہ سارے صرف ایک پتے میں پائے جاتے ہیں۔''

کریم نے ایک منٹ سوچنے کے بعد کہا ''یہ تو بہت حیران کر دینے والی بات ہے کہ یہ اتنے زیادہ سسٹمز صرف ایک چھوٹے سے پتے میں ہوتے ہیں اور وہ یہ سارے کام بغیر کسی مسئلہ کے کرتے ہیں۔''

''یہ سب کچھ ہمارا اللہ کرتا ہے، جس نے اِتنا زبردست اور حیران کر دینے والا نظام بنایا ہے۔'' دادا حسن نے اپنے بیٹے کو بتایا۔ ''اللہ ہی کے حکم سے ہر پتہ تخلیق ہوا ہے جس میں یہ عجیب نظام پایا جاتا ہے۔ اور ہم کو یہ بات نہیں بھولنا چاہئے۔''

جب وہ دادا حسن کی باتوں سُن رہا تھا، کریم نے ایک بہت بڑا درخت دیکھا، تو ایک مسئلہ اُسے درپیش آ گیا۔ وہ حیران تھا کہ ایک درخت اِس مسئلہ کو حل کیئے

بغیر کیسے زندہ رہتا ہے۔ اُس نے اپنے دادا سے پوچھا: ''دادا جان درخت تو بہت بڑے اور لمبے ہوتے ہیں۔ تو یہ مٹی سے پانی کو کیسے اوپر کی طرف لے جاتے ہیں؟ آپ اُس درخت کو دیکھیں! وہ کتنا بڑا ہے، لیکن اُس کے اِتنے اوپر پتے ابھی تک سبز ہیں۔''

دادا حسن نے سَر کو ہلاتے ہوا کہا: ''تمہیں معلوم ہے؟ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے ایک پتے کا موازنہ ایک فیکٹری سے کیا تھا۔ آؤ اسی طرح کا ایک اور موازنہ کرتے ہیں۔ تم ایک ایسے پائپ کے بارے میں سوچو جس کے اردگرد ایک جھلی کی سی تہہ چھڑی ہوئی ہے۔ جو کہ اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ خام مال کی پہنچ پیداواری جگہ تک ہو۔ اور جو پیداوار اُن یونٹس سے حاصل ہو، وہ شیرے کی طرح کے مائع میں تبدیل ہو کر جو کہ ایک پتے کی پیداوار ہوتی ہے، سے سارے درخت میں پھیل جاتا ہے۔ جس سے سارے درخت کی پرورش ہوتی ہے۔ پتے کے اندر یہ پائپ صرف حیاتی مادہ Vital fluid کی رسائی کا کام نہیں کرتے بلکہ یہ پتے اور درخت کو ایک ڈھانچہ کی شکل بھی Skeletal system بھی دیتا ہے۔ ایک بلڈنگ جو کہ انسان بناتا ہے، اُس میں وہ عناصر جو کہ بلڈنگ کو کھڑے رہنے میں مدد دیتے ہیں (بیم Beams وغیرہ) اور پانی کے نظام کو ہمیشہ الگ بنایا جاتا ہے۔ مگر حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ کسی پودے کے اندر یہ دونوں کام ایک جگہ اور ایک وقت میں کام کرتے ہیں۔

کریم سوچنے لگا: ''یہ واقعی حیران کر دینے والا نظام ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ پودے کے اندر ایک گھڑی اور ایک کیلینڈر نصب ہے جو کہ اُس کو یہ بتاتا ہے کہ اب یہ کام کرنا ہے بغیر کسی اُلجھن کے۔ مثال کے طور پر، ہر بہار میں پھول کلیوں سے نکل آتے ہیں اور ہر خزاں میں پتے درختوں سے گر پڑتے ہیں۔ دادا جان یہ ہوتا کیسے ہے؟''

''سائنس دان اِس کو حیاتیاتی گھڑی (Biological clock) کا نام دیتے ہیں،'' اُس کے دادا نے وضاحت کی۔ ''ایک ایسی گھڑی جو کہ پتے کو یہ بتاتی ہے کہ سورج کی کرنیں اُس پر کتنی دیر تک پڑتی رہینگی۔ یہ حیاتیاتی گھڑیاں ہر پتے کے لیے الگ الگ وقت کا حساب بناتی ہیں۔ مثال کے طور پر، سویابین (Soy bean) پر تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ یہ پودے ہر سال اپنے مقررہ وقت پر ہی اُگتے ہیں چاہے آپ اُن کو کسی بھی وقت کاشت کریں۔ یہ اللہ ہی ہے جس نے پودوں میں وقت کا صحیح اندازہ لگانے کہ صلاحیت پیدا کی ہے۔''

دادا حسن اور اُس کا پوتا روڈ کے ساتھ والے باغیچے میں باغیچے کے مالک سے اِجازت لے کر وہاں ٹھہر گئے۔ اُنہوں نے کچھ آلوچے لیے، اُن کو احتیاط سے دھونے کے بعد اُس کو کھانے لگے۔ وہ واقعی بہت مزیدار تھے۔ دادا حسن کہنے لگے۔

''کریم کیا تمہیں پتہ ہے، کہ یہ توانائی جو ہمیں پودوں سے ملتی ہیں یہ دراصل سورج سے آتی ہے؟''

کریم حیران ہو گیا: ''کیا مطلب،'' اُس نے پوچھا، ''جب ہم یہ آلو بخارے کھاتے ہیں۔ تو کیا ہم سورج کو کھا رہے ہوتے ہیں؟''

دادا حسن مسکرانے لگے: ''اصل میں ہم سورج کو ہی کھا رہے ہوتے ہیں لیکن براہ راست نہیں۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ اِس زمین پر توانائی کا اصل منبع سورج ہے۔ لیکن اِنسان اور جانور اِس کو براہ راست اِستعمال نہیں کر سکتے، کیونکہ ہمارے پاس صحیح نظام موجود نہیں ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم اِس کو کس طرح اِستعمال کرتے ہیں؟ اِنسان اور جانور پودوں کی غذا سے صرف اِستعمال ہو سکنے والی توانائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ توانائی جو ہمارے جسم میں موجود ہے یا جس کو ہم اِستعمال کرتے ہیں یہ اصل میں سورج کی ہی توانائی ہوتی ہے جس کو ہم پودوں کے ذریعے اِستعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جب ہم چائے پیتے ہیں تو ہم دراصل سورج کی توانائی کو پیتے ہیں؛ اور جب ہم روٹی کو چباتے ہیں، تو دراصل وہ ہم سورج کی توانائی کو دانتوں کے درمیان چباتے ہیں۔ ہمارے بافتوں (Muscles) میں جو توانائی یا طاقت موجود ہے وہ بھی حقیقت میں سورج ہی کی توانائی کی مختلف شکل ہے۔ اور اِسی توانائی کی وجہ سے آپ کھیل اور دوڑ سکتے ہو۔ تو، پودے اِن سب کا انتظام کیسے کرتے ہیں؟ پودے کچھ مشکل اور پیچیدہ عمل سے سورج کی توانائی کو ہمارے لیے سٹور کرتے ہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ پودے اپنے لئے خوراک بناتے ہیں اور یہ صلاحیت پودوں کو دوسرے جانداروں سے مختلف رکھتی ہے۔ کیا پودوں کے خلیہ Cells انسانوں کے خلیوں سے مختلف ہوتے ہیں؛ اُن کے اندر ایک ایسا نظام موجود ہے جو سورج کی توانائی کو براہ راست اِستعمال میں لاتی ہے۔ اِسی ساخت اور بناوٹ کی وجہ

سے پودے سورج کی توانائی کو خوراک کی صورت میں تبدیل کر لیتے ہیں، جس کو انسان اور جانور استعمال کرتے ہیں، اور پودے اِس توانائی کو ایک خاص خفیہ فارمولے کے ذریعے خوراک کی شکل دے کر سٹور کر لیتے ہیں۔''

''زبردست!'' کریم نے کہا، ''اللہ نے ہر چیز کو انسان کی بہتری کے لیے تخلیق فرمایا ہے!''

تو ہم کو اِن سب چیزوں کے بارے میں سوچنا چاہیئے اور اپنے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے جس نے ہم سب کو اِن اِنعامات سے نوازا ہے۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہیں کہ تم لوگ میرا شُکر ادا کرو:

''تاکہ (لوگ) اس کے پھل کھائیں، اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا۔ پھر کیوں شکر گزاری نہیں کرتے۔'' (سورۃ یٰسین :35)

کریم کا پسندیدہ مضمون سائنس تھا۔ اچانک اُس کو ایک تجربہ یاد آ گیا جو اُس نے سکول میں کیا تھا۔ اُس نے اپنا چہرہ اپنے دادا کی طرف موڑ کر کہا: ''دادا جان، ہم نے سکول میں ایک تجربہ کیا تھا۔ ہمارے ٹیچر نے ہم کو گھر کام کرنے کے لیے دیا۔ ہم نے ایک لوبیا کے دانے کو روئی کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے اندر رکھا، پھر اس کو ایسی جگہ رکھا جہاں سورج کی روشنی پڑتی ہو اور اُس کو کچھ دِن پانی دیتے رہے۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ پھر کیا ہوا ہوگا!''

دادا حسن ایک دفعہ پھر مُسکرا کر کہنے لگے: ''لوبیا کا وہ دانہ درمیان سے پھٹ گیا ہوگا اور اُس سے ایک چھوٹا سا شاخ نکل آیا ہوگا، ایسے ہی تھا نا؟ چلو اِس کے بارے میں سوچتے ہیں۔ یہ تجربہ تم کو ایک بنیادی قدرتی بات بتاتا ہے؛ جو کہ دراصل ایک معجزہ ہے۔ تم نے میجک شوز (Magic shows) میں اکثر دیکھا ہوگا کہ ایک خالی ٹوپی سے ایک خرگوش نکل آتا ہے؛ اچھا یہ تھوڑا اِس سے ملتا جلتا ہے کہ ایک پودا ایک روئی کے ٹکڑے سے نکل آیا یا پھر زمین میں سے اُگ آیا۔ میجک شو میں جو ہوتا ہے وہ ہماری آنکھوں کا دھوکا ہوتا ہے۔ لیکن پودا جو کہ ایک چھوٹے سے بیج سے نکل آتا ہے یہ ہماری آنکھوں کا دھوکا نہیں ہے۔ اِس طرح کے معجزوں سے ہمارا اللہ جو ایک چھوٹے سے بیج سے ایک پودا اُگاتا ہے اِس سے ہم کو صاف پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی چیز خود سے نہیں بنتی۔ اور ہر وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ یہ سب چیزیں خود بہ خود بن گئی ہیں وہ خود کو دھوکا دے رہا ہوتا ہے۔ ہے نا کریم؟''

''ہاں دادا جان'' کریم نے خوش ہو کر اپنے دادا سے اتفاق کیا۔

دادا حسن کہنے لگے: ''پودے کا وہ حصہ جو کہ بیج سے نکلتا ہے وہ زمین کے اندر سے ہوتے ہوئے اوپر کی طرف آتا ہے۔ زمین کافی سخت اور مضبوط ہوتی ہے اور اِس میں دونوں طرف پودے کا اُگنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ اِن چھوٹی چھوٹی شاخوں میں نا ہی اِتنی ذہانت ہوتی اور نہ ہی اِن میں اتنا شعور ہوتا ہے جتنا کہ ہم کو اللہ نے عطا فرمایا ہے، تو یہ ایک حقیقی معجزہ ہے کہ وہ اِن سب کا کیسے اِنتظام کرتے ہیں۔''

''ذرا سوچیں کہ ہم بیج کو زمین میں ڈالتے ہیں اور وہ پھوٹتا نہیں!'' کریم نے کہا ''تو ہم کو خوراک تلاش کرتے میں کتنا مسئلہ درپیش ہوتا۔ اور اگر جانوروں اور انسانوں کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہو تو وہ آہستہ آہستہ سب مَر جائیں گے۔''

دادا حسن نے سَر ہلاتے ہوئے کہا: ''اللہ نے ہم کو قرآن میں خبر دار کیا ہے۔

''اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو۔ اسے تم ہی اُگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیت کے ساتھ باتیں بناتے رہ جاؤ۔'' (سورۃ الواقعہ :63;65)

چلتے چلتے کریم نے سوچنا شروع کیا کہ دادا نے اُس کو کیا بتایا تھا۔ اُس نے اپنے دادا جان کو بتایا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے: ''دادا جان پودے ہماری زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ وہ اُس ہوا کو صاف کرتے ہیں جس کو ہم سانس لینے کے لیے اِستعمال کرتے ہیں، اُن سے ہم کو خوراک اور طاقت ملتی ہے۔ پودوں سے ہم کو مزیدار پھل اور سبزیاں ملتی ہیں اور اِن کے ہونے سے ہم کو وہ جگہ خوبصورت لگتی ہے۔ ذرا دیکھیں! ہر جگہ کیسے مختلف درخت، پھول، پھل اور خوبصورت درخت ہیں۔''

''اللہ کی ایک اور رحمت بھی ہے جس کو ہم بھول چکے ہیں۔'' اُس کے دادا نے کہا۔

''یہ پودوں سے ملتا ہے، اور اِس بارے میں اللہ ہم کو قرآن میں بتاتے ہیں۔''

''وہی جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کردی جس سے تم یکا یک آگ سلگاتے ہو۔'' (سورۃ یٰسین:80)

''ہاں، میں اُس کو کیسے بھول سکتا ہوں؟'' کریم نے پوچھا۔ ''ہم جو لکڑیاں جلاتے ہیں وہ ہم کو درختوں سے ملتی ہے، جس کی وجہ سے ہم سردیوں میں گرمی محسوس کرتے ہیں۔ خام اور بے کار کتابیں، کاپیاں، اخبارات اور ہر قسم کے کاغذ، لکڑی ہی کے وجہ سے بنتے ہیں؛ اور ماچس جس کو ہم آگ لگانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، کرسیاں جس کو ہم بیٹھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ہمارے میز، دروازے، اور کھڑکیاں؛ ہی سب ہم کو درخت کی لکڑیوں ہی سے بناتے ہیں۔''

دادا حسین نے کہا تم بالکل صحیح کہ رہے ہو: ''پودوں کی ان خصوصیات کے علاوہ اُن کی ایک اور نمایاں اوصاف بھی ہیں۔ انگور جو مرکزی اور جنوبی امریکہ میں پایا جاتا ہے، یہ انگور سبز کیٹر پیلرز (Green Caterpillars) اور سُرخ تتلیوں کے لیے پُرکشش خوراک مہیہ کرتے ہیں۔ یہ کیڑے اِن انگور کی بیلوں میں اپنے انڈے دیتے ہیں، اور جب یہ ان انڈوں سے بچے نکلتے ہیں، تو اُن کے لیے مزیدار کھانا کھانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب یہ انگور کی بیلوں میں انڈے دیتے ہیں تو اُس سے پہلے یہ تتلیاں اُن پتوں کو اچھی طرح دیکھتی ہیں کہ آیا اِن پتوں میں کسی اور کیڑے نے انڈے تو نہیں دیئے، اور اگر کسی اور کیڑے نے وہاں اپنے انڈے دیئے ہوتے ہیں تو اُن کو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دو خاندانوں کے لیے مشکل ہو جاتا ہے کہ دونوں ایک ہی پودے کے پتوں سے خوراک حاصل کریں، اسی لیے وہ یہ طے کر لیتے ہیں کہ اُس پتے کو چھوڑ دیا جائے جس پر کسی اور کیڑے کے انڈے موجود ہو اور کسی دوسرے دستیاب پتے کو اپنے استعمال میں لایا جائے۔

''وہ! کیا زبردست دفاعی نظام ہے۔'' کریم نے تاثر ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں کریم'' دادا حسین نے آکر میں کہا: ''یہ اللہ ہی ہے جس نے پودے کو یہ سکھا دیا ہے کہ اُس نے اپنی حفاظت کس طرح کرنی ہے، اور اس بات کو کبھی نہ بھولنا۔''

دادا عثمان اور اُس کا پوتا

جیسے ہی ادریس اپنے اسکول سے گھر پہنچا، وہ دوڑ کر اپنے دادا کے پاس گیا تا کہ وہ وہ اُس سے وہ پوچھے جس کے بارے میں وہ سوچ رہا تھا۔

''دادا جان'' اُس نے کہا، ''میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''کیا بات ہے، ادریس؟'' دادا عثمان نے پوچھا۔

''دادا جان، بس میں ایک عورت اپنی ایک دوست سے کہہ رہی تھی کہ صبر و تحمل کی کتنی اہمیت ہے، اور قرآن میں اس کو واقعی بہت سچائی سے بیان کی گیا ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے! دادا جان؟''

دادا عثمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ: ''اکثر لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اصل میں صبر و تحمل ہوتا کیا ہے، اور ایک صابر انسان کو کیسے دوسروں کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ مشکلات اور زندگی کی ناکامیوں کا سامنا ہی اصل میں صبر و تحمل کرنا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن میں سکھاتا ہے کہ صبر و تحمل اس سے کافی مختلف ہے کہ مشکلات اور زندگی کی ناکامیوں کو برداشت کیا جائے۔''

ادریس نے ایک دوسرا سوال پوچھا: ''تو دادا جان قرآن میں ہمیں صبر و تحمل کے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟''

''تمہیں معلوم ہے ادریس،'' دادا جان نے جواب دیا۔ ''کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے ہمیں ہر اُس قانون اور احکام کی تعمیل کرنی چاہئے جس کا قرآن میں اللہ ہمیں حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کے بندے قرآن میں بتائے ہوئے ضابطہ اخلاق کے مطابق اپنی ساری زندگی گزارتے رہیں۔ اور اس میں پوشیدہ راز جو ہمیں احکام کی پابندی کرنے کے قابل بناتی ہے، چاہے کچھ بھی ہو صبر و تحمل کی اصل صورت ایمان سے آتی ہے۔ ایک آدمی جو صبر و تحمل کے اصلیت کو سمجھ جائے اُس کی زندگی اُسی طرح گزرتی ہے جیسا کہ اللہ چاہتا ہے، اور وہ اپنی عبادات کو بھی باقاعدہ ادا کرتا رہتا ہے۔ ایک ایمان رکھنے والے شخص ہی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور دانائی ہر چیز میں پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اجازت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا، اور ہر لمحہ کے ساتھ ایک اچھا مقصد اور بے حساب اچھی چیزیں ہوتیں ہیں جو ساری اللہ کی تخلیق کردہ ہیں۔''

''تو اس طرح تو کسی آدمی کو ان واقعات پر پریشان نہیں ہونا چاہئے جو کہ اُس کے ساتھ اکثر و بیشتر پیش آتے ہیں، بلکہ ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔'' ادریس نے کہا۔

دادا عثمان مسکرا کر بولے: ''بالکل صحیح، ادریس۔ اللہ تعالیٰ دوست ہے، حافظ ہے اور مددگا ہے ایک ایماندار آدمی کا۔ وہ تمام واقعات جو ہمارے ساتھ پیش آتے ہیں وہ دراصل ہمارے اپنے بھلے کے لیے ہوتے ہیں۔ اور اسی لیے ایک ایماندار آدمی کا صابر اور متحمل ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اُس سے زبردستی اور ضد سے حکم منوایا جائے، بلکہ عبادت اگر کی جائے تو بالکل اسی طرح کہ عبادت کرتے ہوئے وہ خوشی اور حقیقی راحت محسوس کرے۔ ایماندار لوگوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے ساتھ جو واقعات پیش آ رہے ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور بلاشبہ ان سے اُس کے لیے کچھ اچھا نکل آئے گا، کیونکہ اُن کو یہ علم ہوتا ہے کہ اللہ نے اُن کے مقدر میں لکھ دیا ہے جس میں اُن کے لیے اچھائی ہے۔ وہ ہر طرح کے واقعات کو اندونی خوشی اور راحت سے برداشت کر لیتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔'' (سورۃ ال عنکبوت: ایت نمبر 59)

''اور اسی طرح ایک ایماندار آدمی کا صبر و تحمل ہرگز ختم نہیں ہوتا!'' ادریس نے کہا۔ ''اب مجھے سمجھ میں آ گیا ہے کہ بس میں وہ عورت کیا کہہ رہی تھی۔''

دادا عثمان نے جواب میں کہا: ''ہاں میرے بچے، انسانوں کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، تو وہ کبھی ایسی صورتِ حال میں نہیں ہونگے جہاں وہ اس سے محروم ہو جائیں۔ اور وہ اپنی ساری زندگی یہ عبادت خوشی اور مسرت کے ساتھ انجام دیتے رہیں گے۔''

’’دادا آپ کا بہت بہت شکریہ‘‘ ادریس نے کہا، ’’اب میں یہ سمجھ گیا ہوں کہ صبر و تحمل انتہائی ضروری ہے، اور، اگر اللہ کا حکم بھی یہی ہے تو پھر تو کسی آدمی کا صبر و تحمل کبھی ختم نہیں ہونا چاہیے۔‘‘

ہماری کلاس

’’Good Morning, Class‘‘، ٹیچر نے سوموار کی صبح کو کہا۔

’’Good Morning Sir‘‘ طلبہ نے جواب میں دیا۔

’’کیسی گزری آپ لوگوں کی چھٹی؟‘‘ ٹیچر نے سوال کیا۔

’’بہت ہی اچھی سر، ہم نے ایک دوسرے پر برف کے بہت سے گولے پھینکے اور برف کا ایک آدمی بھی بنایا!‘‘

’’تو آپ لوگوں نے ویک اینڈ Week-end کو خوب لطف اُٹھایا ہے‘‘ یہ کہتے ہوئے وہ کلاس پر ہنس دیئے۔

’’ہاں ٹیچر ہم کو کافی مزا آیا۔‘‘ اُنہوں نے جواب دیا۔

ٹیچر نے کلاس میں ایک نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔’’میں دیکھ رہا ہوں کہ طلبہ کے کچھ جوڑے آج سکول نہیں آئے ہوئے ہیں۔‘‘

’’ہاں، سلیم اور عائشہ آج نہیں آئے ہیں۔‘‘

’’مگر کیوں؟‘‘

’’سر وہ گھر میں ہیں‘‘ کلاس نے کہا۔’’اور ضرور وہ بیمار ہونگے۔‘‘

’’اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ برف میں کافی دیر تک کھیلتے رہیں‘‘ ٹیچر نے گھورتے ہوئے کہا۔

’’ہم بھی تو برف میں کھیلے ہیں؛ ٹیچر، کیا ہم بھی بیمار ہو جائینگے؟‘‘ کلاس نے یوں سوال کیا جیسے اُن کے سر پر بھی خطرے کی گھنٹی بج رہی ہو۔

’’اگر تم نے احتیاط نہیں کی اور برف میں دیر تک کھلتے رہے تو ہو سکتا ہے کہ آپ لوگ بھی بیمار ہو جاؤ۔‘‘

’’آخر اس برف کی وجہ سے لوگ بیمار کیوں ہوتے ہیں؟ جب برف پڑتی ہے تو ہمیں بہت اچھی لگتی ہے۔ اور ہمیں اِس میں کھیلتے ہوئے مزہ آتا ہے۔‘‘

ٹیچر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا:’’لوگوں کے بیمار ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُن کے جسم میں جراثیم داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ تمہیں پتہ ہے کہ جراثیم دکھائی نہ دینے والی مخلوق ہے۔ یہ ہمارے جسم میں داخل ہو کر اُسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر ہم صحت کے اُصولوں پر عمل نہ کریں اور کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ نہ دھوئیں تو جراثیم ہمارے جسم میں داخل ہو کر وہاں پر اپنا قیام کرتے ہیں۔‘‘

’’سر کیا جب جراثیم ہمارے جسم میں داخل ہو جائیں تو ہم بیمار ہو جائیں گے؟‘‘ طلباء نے جاننے کی کوشش کی۔

’’نہیں‘‘، ٹیچر نے جواب دیا۔’’ہم ہمیشہ بیمار نہیں ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق کی تو ہمارے جسم میں ایک ایسا بیماری سے محفوظ رکھنے والا سسٹم بنایا جو کہ بالکل ایک فوج کی طرح کام کرتا ہے۔ ایک سسٹم کا ایک ایک جز و اپنا کام بالکل ٹھیک اور صحیح سر انجام دیتے ہیں۔‘‘

’’لیکن سر، تو پھر ہم کیوں بیمار ہوتے ہیں؟ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا بیماری سے محفوظ رکھنے والا سسٹم صحیح طور پر اپنا کام سر انجام نہیں دیتا؟‘‘

’’نہیں، ایک عام (Normal) آدمی میں یہ سسٹم (Immune System) ہمیشہ صحیح کام کرتا ہے۔ ہمارا یہ سسٹم جراثیم کی ساتھ ایک بڑی جنگ میں مصروف ہوتا ہے، جس کا ہم کو علم نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے یہ سسٹم کوشش کرتا ہے کہ جراثیم ہمارے جسم میں داخل نہ ہوں اور اگر داخل ہو جائے تو وہاں پر اپنا قیام نہ کریں۔ اور جب بھی یہ ہمارے جسم کے اندر داخل ہو جاتے ہیں تو یہ سسٹم اسے جلد ہی ختم کر ڈالتا ہیں۔‘‘

’’تو اس کے باوجود بھی ہم بیمار کیوں ہو جاتے ہیں؟‘‘ وہ ابھی تک جاننے کو کوشش کر رہے تھے۔

’’اگر ہم باہر سردی میں زیادہ دیر تک ٹھہرے رہیں۔‘‘ ٹیچر نے وضاحت کی۔’’اور اگر ہم اپنے کھانے اور خوراک کے معاملے میں غیر محتاط رہے، تو ہمارا یہ جسم قوت کھو بیٹھتا ہے۔ اور ایسا ہونے کے بعد ہمارا Immune system پھر بھی کام کرتا رہتا ہے۔ مگر وہ جراثیم کو زیادہ ختم نہیں کرتا اور جراثیم ہمارے جسم

میں تیزی سے پھیل جاتے ہیں۔''

''یہ سب کچھ ہونے کے بعد کیا جراثیم ہمارے سارے کے سارے جسم میں پھیل جاتے ہیں؟''اُنہوں نے پوچھا۔

''نہیں''ٹیچر نے اپنی بات جاری رکھی:''اس حالت میں ہماری بیماری سے محفور رکھنے والا سسٹم(Immune system) جراثیم کے خلاف بہت بڑی جنگ کا آغاز کرلیتا ہے۔اوراس بڑی جنگ کی وجہ سے جو کہ ہمارے جسم کے اندر جاری رہتی ہے ہم کو بخار ہو جاتا ہے،اور ہمارے جوڑوں میں درد شروع ہو جاتا ہے۔''

طلباء نے کہا۔''اوراس دوران ہمیں بستر پر آرام کرنا چاہیئے۔''

''بالکل صحیح،جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو سب سے بہتر جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ کہ ہم کو آرام کرنا چاہیئے۔اگر ہم آرام کریں اور ساتھ ہی دوائیاں بھی استعمال کریں،اوراپنی تمام خوراک کھائیں،تو ہمارا بیماری سے محفوظ رکھنے والا سسٹم زیادہ طاقت ور ہو جاتا ہے اور ہماری مدد کرتا ہے۔اور ہم بہت ہی کم وقت میں جراثیم کو ہرا کر اُسے اپنے جسم سے باہر پھینک دیتے ہیں۔اوراسی طرح ہم دوباری صحت مند ہو جاتے ہیں۔''

''اب ہم کو معلوم ہوا کہ ہم بیمار کیوں ہوتے ہیں۔''طلباء نے ٹیچر سے کہا۔''آج کے بعد ہم بہت محتاط رہیں گے۔''

''ہاں''ٹیچر نے کہا۔''یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت کرم ہے کہ اُس نے ہمارے جسم میں اس طرح کا سسٹم بنایا۔ہمیں اللہ تعالیٰ کا بہت شکرادا کرنا چاہیئے اوراپنی صحت کے ساتھ احتیاط کرنا چاہیئے تاکہ ہم اپنی صحت کھونہ بیٹھے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دی ہے۔''

خلاصہ

ارتقاء کی پُرفریب کہانی

کتاب کے اس حصہ میں ہم ارتقاء پرستوں کے کچھ خیالات اور تصوارات کا ذکر کرینگے، جو اللہ کی وجود سے انکار کرتے ہیں اور جو دوسروں کا کو بھی اس فریب میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ ہر چیز خود بہ خود اتفاقاً وجود میں آ گئی۔

مگر جب بھی کوئی کسی سچ کو جھوٹ میں بدلنے کی کوشش کرتا ہے، آخر کار سچ سامنے آ جاتا ہے۔ اگر کسی کا ضمیر زندہ ہو تو اُس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس سے جھوٹ بولا جاتا رہا۔ اور چونکہ ارتقا پرست جھوٹ بولتے ہیں اس لیے اُن کے خیالات بھی ہمشہ متضاد ہوتے ہیں۔ ان صفحات پر ہم یہ جان لیں گے کہ ارتقاء پرستوں کے دعوے کتنے کمزور اور عقل کے بالکل خلاف ہیں، اور کس طرح اُن کی عیاری اور فریب فاش ہوئے۔

نظریہ ارتقاء کیا ہے؟

نظریہ ارتقاء اُن غلط تصوارات میں سے ایک ہے جو کہ اُن لوگوں کی طرف سے دیا گیا جو کہ اللہ کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ اور اصل میں یہ چارلس ڈارون (Charles Darwin) تھا جس نے تقریباً 160 سال پہلے یہ نظریہ دیا۔ اُس کے بے دلیل اور غیر معقول نظریہ کے مطابق، ہر چیز خود بہ خود وجود میں آ گئی، اتفاقاً یا پھر کسی حادثہ کی صورت میں۔ مثال کے طور پر، ڈارون کے مطابق، ایک دن مچھلی خود بہ خود رینگنے والے جانور (Reptiles) میں تبدیل ہو گئی، دوسرے روز ایک دوسرا اتفاق ہوا کہ اس رینگنے والا جانور (Reptiles) نے ایک پرندے کی شکل اختیار کی اور اُڑنے لگا۔ اور انسانوں کی متعلق وہ کہتا ہے کہ انسان پہلے بندر (apes) تھا، جس نے بعد میں انسان کی صورت اختیار کی۔ حقیقت میں ان دعووں میں کوئی سچائی بھی نہیں ہے، سچ صرف یہ ہے کہ اللہ نے ہماری تخلیق کی ہم کو پیدا کیا اور تمام دوسرے جاندار اور یہ دنیا اور یہ کائنات سب کا خالق اللہ ہے۔ ڈارون اور اُس کے جیسے دوسرے لوگ جو اس طرح کے دعوے کرتے ہیں یہ اُن کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

ایٹم (Atom)، کسی بھی مادہ (Matter) کا سب سے چھوٹا زرہ ہے، چاہے وہ جاندار ہو یا کہ بے جان۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ سب کچھ جو کہ ہمارے آس پاس ہے، اور ہم خود، ان سب کو اربوں ایٹم کے ملاپ کے بنایا گیا ہے۔ ارتقاء پرست (وہ جو یہ مانتے ہیں کہ جو ڈارون نے جو کہا ٹھیک ہے) یہ کہتے ہیں کہ ایٹمز نے خود یہ فیصلہ کیا کہ چلو ہم اتفاقاً ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں، اور اس طرح سارے جاندار وجود میں آ گئے۔ اُس کے غیر منطقی دعوے کے مطابق، ایک دن کوئی سازوں سے بھری یا پھر طوفائی ہوا آئی اور یہ سارے ایٹمز (Atoms) ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔

ڈارون کے مطابق، یہ سارے ایٹم جب ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے تو خلیہ (Cells) کا وجود عمل میں آیا۔ جیسا کہ ہم کو معلوم ہے کہ سارے جاندار خلیوں کے ملنے سے بنے ہیں، اور خلیوں کے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے سے ہماری آنکھیں، کان، خون، دل اور مختصراً یہ کہ ہمارے سارے جسم انہی خلیوں کے ملنے سے بنے ہیں۔

آپ کو کہ بات دماغ میں رکھنی چاہئے کہ خلیہ ایک نہایت پیچیدہ نظام ہے۔ ہر خلیہ کے اندر بہت سے دوسرے مختلف کام کرنے والے نظام موجود ہیں۔ ہم خلیہ کا موازنہ ایک بہت بڑی فیکٹری سے کر سکتے ہیں۔ ایک خلیہ (Cell) کے اندر بہت سارے صنعت کار (Manufacturers) مختلف سامان کو ایک

جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے ٹرانسپورٹر(Transporters)، توانائی کو کنٹرول کرنے کے مراکز(Energy center) وغیرہ موجود ہوتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی فیکٹری خود بہ خود اپنے آپ ہی وجود میں آ جائے، یا یہ کہ پتھر، پانی اور مٹی خود ہی ایک طوفان کے بعد آپس میں مل جائے، ہرگز نہیں! کسی کو بھی اس طرح کے نامعقول دعوے پر ہنسی آ جائے گی۔ اور ارتقاء پرست یہ دعوے کرتے ہیں کہ "خلیہ اتفاقاً وجود میں آ گیا۔"
ارتقاء پرست یہ چاہتے ہیں کہ ہم یہ مان لیں کہ یہ ان خلیوں کے ملنے سے جاندار اشیاء بن گئی اور خلیوں کا آپس میں ملنے کا یہ عمل اتفاقاً ہوا ہے۔

چلیں ارتقاء پرستوں سے ایک تجربہ کرواتے ہیں

ہم ارتقاء پرستوں سے کہتے ہیں کہ ایک بڑا سے ڈبہ لیں۔ اور وہ اس ڈبہ میں اپنی مرضی سے سارے ایٹم ڈال لیں۔ اور اس کے علاوہ وہ اس ڈبہ میں وہ سب کچھ ڈال لیں جو اُن کا دل چاہتا ہو، اس ڈبہ میں وہ سارا خام مال(Raw Materials) بھی ڈال لیں جو کہ اُن کے خیال میں کسی جاندار کے بننے کی عمل کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ اس میں اپنی مرضی کا وہ سب کچھ ڈال لیں جو اُن کا دل چاہے اور جتنی مقدار میں وہ چاہے۔ اور پھر وہ اس ڈابہ کو ہزاروں سال اپنی نگرانی میں رکھیں۔ (اس کے لیے وہ یہ ڈبہ نئی نسل کے ارتقاء پرستوں کے حوالے کر سکتے ہیں، کیونکہ کسی ایک کی عمر اتنی نہیں ہو سکتی کہ وہ ہزاروں سال اس ڈبہ کی نگرانی کر سکے۔)
آخر کار اس سارے تجربہ کا نتیجہ کیا نکلے گا؟
آپ کا کیا خیال ہے کہ اتنے عرصے کے بعد اس میں سے چیری Cherries، خربوزے، آلو بخارے، گلاب کے پھول، ہاتھی، زرافے(Giraffes)، شہد کی مکھیاں، شیر، بکریاں، خرگوش، بلیاں، کتے، گلہریاں اور مچھلیاں خود بہ خود نکلنا شروع ہو جائینگے؟ کیا کوئی ایسا شخص جس میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت موجود ہو، جو خوش ہوتا ہو اور جس میں یہ صلاحیت موجود ہو کہ وہ موسیقی(Music) اور کتاب پڑھنے سے لطف اندوز ہوتا ہو، اتفاقاً اس ڈبہ میں سے باہر نکل آ جائے؟ یقیناً بالکل نہیں، ہرگز نہیں! اس میں سے نہ تو کوئی ایسا پروفیسر نکل سکتا ہے جو کہ اس ڈبہ کی نگرانی کر رہا تھا اور نہ ہی کوئی اور پروفیسر اس میں سے نکل سکتا ہے، اور نہ ہی اُس پروفیسر کے جسم میں موجود کوئی ایک خلیہ(cell) جیسا کوئی دوسرا خلیہ وہاں بن کر باہر نکل سکتا ہے۔
تمام ایٹم غیر جاندار(Lifeless) ہوتے ہیں۔ کیا جب کوئی غیر جاندار چیزیں آپس میں ملتی ہیں تو وہ ایک جاندار چیز کو وجود دے سکتی ہے، جس میں سوچنے کی صلاحیت موجود ہو، جو خوشی کو محسوس کر کے ہنس سکتا ہو؟
یقیناً بالکل نہیں؛ کوئی بھی جاندار چیز(Living thing) اِس ڈبہ سے کبھی بھی باہر نہیں نکل سکتی۔ کیونکہ جاندار اشیاء کسی غیر جاندار اشیاء کے اتفاقاً آپس میں ملنے سے ہرگز وجود میں نہیں آئیں اور نہ آتیں ہیں۔ اللہ ہی ہے جس نے تمام جاندار اشیاء کو پیدا فرمایا، اللہ ہی نے تمام انسان، پہاڑ، جھیل، بکریاں، شیر اور پھولوں کو تخلیق فرمایا اور اللہ نے یہ سب کچھ پیدا فرمایا جب کہ کہیں بھی کسی چیز کا وجود بھی نہیں تھا، اور اللہ ہی نے کچھ نہیں سے سب کچھ کی تخلیق فرمائی صرف ایک حکم دینے سے کہ ''ہو جا!''۔

ارتقاء پرستوں کے مطابق، جاندار اشیاء کا وجود کیسے ممکن ہوا؟
اللہ نے تمام نوع(Sprcies) کے جانداروں کو تخلیق فرمایا، اور اِن تمام اقسام کے جانداروں(Species) میں سے کوئی ایک بھی ارتقائی مراحل طے کر کے کسی ایک جاندار کی نسل سے کسی دوسرے جاندار میں تبدیل نہیں ہوا، یہ اِس لیے کیونکہ ہر قسم کے جاندار میں اُن کی اپنی خاص اور بے مثال نمایاں اوصاف (characteristic) موجود ہوتے ہیں۔

نظریہء ارتقاء اپنے نظریہ کے حوالے سے بالکل غلط ہے کہ جاندار اشیاء کا وجود وقت کے مختلف ارتقائی مراحل طے کر کے ممکن ہوا، جانداروں کے وضع قطع (features) میں وقت کے ساتھ افزائش ہوئی۔ آپ سب نے کچھوے، چھپکلیاں، سانپ، وغیرہ دیکھے ہونگے، ارتقاء پرست یہ بے معنی اور لغو دعویٰ کرتے ہیں کہ اِن رینگنے والے جانوروں (Reptiles) نے اتفاقاً تبدیل ہو کر پرندوں کی صورت اختیار کر لی۔

تب، وہ کیسے واقعات یا اسباب تھے کہ اِن رینگنے والے جانوروں (Reptiles) نے خود کو ایک دوسری خلقت میں تبدیل کر لیا؟ اِرتقاء پرست کہتے ہیں کہ ایک ارتقاء (evolution) کے نتیجے میں دو مختلف واقعات ایک ساتھ رونما ہوئے، جس کو عمل تغیر "mutation" اور طبعی انتخاب "natural selection" کہا جاتا ہے۔ اور درحقیقت یہ ایک غیر منطقی رائے ہے، جس کا کوئی سائنسی بنیاد یا اساس نہیں ہے۔

طبعی انتخاب یا Natural Selection کیا ہے؟

طبعی انتخاب یا Natural Selection کی سادہ اور آسان سی وضاحت یہ ہے کہ اچھے اور موزوں زندہ رہے نگے، جبکہ کمزور بالکل ختم ہو جائنگے۔ اس کی وضاحت ہم ایک مثال سے کرتے ہیں: ہرنوں کے ایک ریوڑ کے بارے میں سوچیں، جس پر بسا اوقات وحشی اور خونخوار جانور حملہ آور ہوتے ہیں، اور جب یہ جانور اُن پر حملہ آور ہوں تو ہرن بہت تیزی سے دوڑنا شروع کر دیتے ہیں، اور پر وہی ہرن زندہ رہ پاتے ہیں جو کہ زیادہ پھرتیلا ہو اور زیادہ تیز دوڑ سکتا ہو۔ رفتہ رفتہ کمزور اور آہستہ دوڑنے والے ہرنوں کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔ تو اس کے نتیجہ میں صرف چاک و چوبند اور صحت مند ہرن باقی رہ جائینگے۔ اور آخر کار ہرنوں کے اس ریوڑ میں صرف اچھے اور موزوں ہرن رہ جائے نگے۔

جو بھی ہم نے کہا وہ کافی حد تک ٹھیک لگتا بھی ہے، لیکن ان ساری باتوں کا کسی ارتقاء سے کیا تعلق ہے۔ اس کے علاوہ کہ ارتقاء پرست یہ مانتے ہیں کہ اس طرح کے عمل سے ہرنوں کی رفتہ بہ رفتہ افرائش ہوئی جس نے ایک دوسرے جانور کی شکل اختیار کر لی، جیسا کہ زرافہ۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کس قدر غلطی پر ہیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ ہرن کتنا ہی تیز بھاگ سکتے ہیں، یا پھر شیر یا زرافہ، یا پھر مثال کے طور پہ یہ صرف پریوں کی داستانوں میں ہوتا ہے۔ آپ سب نے اُس مینڈک کی داستان تو سُنی ہوگی جس نے ایک شہزادے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ حقیقی زندگی میں یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی ہرن کسی شیر یا پھر کسی دوسرے جانور کی شکل اختیار کر لے۔ لیکن ارتقاء پرست مسلسل اسی بات پہ اصرار کرتے چلے آرہے ہیں کہ ہاں حقیقی زندگی میں بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

عملِ تغیر Mutation کا کیا مطلب ہے؟

عمل تغیر یا پھر Mutation ایک ناموافق یا برعکس تبدیلی کو کہا جاتا ہے جو کہ کسی جاندار کے جسم میں وقوع پزیر ہوتی ہے۔ شعائی (Radition) یا پھر کسی کیمیائی عمل کے نتیجے میں عملِ تغیر Mutation عمل میں آتا ہے۔ شعائی یا کیمیائی اثرات کسی جاندار کے لیے ہمیشہ سے مضر اور نقصان دہ ہوتے ہیں۔ قریباً 60 سال پہلے، دوسری جنگِ عظیم کے دوران جاپان کے شہر ہیروشیما Hiroshima پر ایٹم بم گرایا گیا۔ ایٹم بم کے پھٹنے سے اُس علاقے کے اندر ہر طرف شعاعیں پھیل گئی، جس کی وجہ سے لوگوں کو ہولناک نقصانات سے دوچار ہونا پڑا، ان شعاعوں کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت یا تو بہت زیادہ زخمی ہوئے یا پھر اُن کی موت واقع ہوگئی۔ اس کے علاوہ ان سے اُن کے جسموں کے کچھ نظام بالکل تباہ ہو کر رہ گئے، اور اس وجہ سے اب وہاں اُن کے جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ یا تو بیمار ہوتے ہیں یا پھر معذور ہوتے ہیں۔

تو کیا ان سارے تباہی کے مناظر ذہن میں رکھتے ہوئے بھی ارتقاء پرست ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم ارتقاء پر یقین کریں: کہ ایک دن کسی مچھلی میں عملِ تغیر رونما ہوا: مثال کے طور پر اس مچھلی پر بھی ایسے اثرات مرتب ہوئے جیسا کہ ہیروشیما کے لوگوں پر ہوئے، جو کہ کسی دھماکہ یا شعاعی اثرات یا پھر اس جیسا کچھ اور اسی طرح کا ہوا ہو، تو اس عملِ تغیر Mutation کے نتیجے میں مچھلی کے جسم میں کچھ تبدیلیاں واقع ہوئی اور یہ مچھلی مگرمچھ میں تبدیل ہوگئی، اس طرح کے

دعوے ایک مذاق کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ عملِ تغیر کا یہ عمل ہمیشہ سے جانداوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوا ہے، یہ یا تو ان کو مکمل معذور کر دیتے ہیں یا پھر بہت سخت بیمار کر دیتے ہیں۔

ہم ارتقاء پرستوں کے دعوں کا ان مثالوں سے موازنہ کر سکتے ہیں، اگر آپ ایک کلہاڑ axel اُٹھائیں اس سے کسی سادو ٹی وی TV کو زور سے ضرب لگائیں تو کیا یہ ٹیلی ویژن رنگین TV میں تبدیل ہو سکتا ہے؟ بالکل نہیں! اور اگر آپ اس TV کو مسلسل اس کلہاڑی سے زور زور سے ماریں تو آ کر میں آپ کو ایک ٹوٹا ہوا تباہ حال ٹی وی سیٹ دیکھائی دے گا۔ اور اسی طرح اگر آپ اتفاق سے کسی چیز کو اِس کلہاڑی سے ضرب لگاتے جائیں تب بھی وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ تو ثابت ہوا کہ عملِ تغیر جاندار اجسام کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔

فوسلز Fossils یا باقیات جو کہ ارتقاء پرستوں کو دکھائی نہیں دیتے

فوسلز مردہ جانوروں یا پودوں کے بہت پرانے باقیات ہوتے ہیں، عموماً ہزاروں یا پھر لاکھوں سال پرانے۔ یہ پتھروں کی شکل میں زمین کے خول کے اندر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ کسی بھی جانور یا پودے کے فوسل Fossil بننے کے عمل کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ جانور یا پودے کی جب موت واقع ہو جائے تو وہ جلد ہی زمین میں دفن ہو جائے۔ مثال کے طور پہ، کسی جگہ زمین پر ایک پرندہ تھا اور وہاں اُس زمین پر اچانک ریت کا ایک تودہ آ گرا اور اُس پرندے کے اُس کے نیچے آنے کی وجہ سے اُس کی موت واقع ہو جاتی ہے، اس پرندہ کے باقیات کو اب لاکھوں سال تک محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کچھ درختوں کے گوند (resin) جن نے بعض زمینی عمل (Geologogical processes) کی وجہ سے فوسلز کی صورت اختیار کی، اور پھر اس کو ''عنبر'' (amber) کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ماضی میں بعض واقعات کے دوران، یہ درختوں کے گوند کیڑے مکوڑوں کو اپنی جال میں پھنسا لیتے، جب یہ گوند درخت کی ٹہنی پر بہتا ہے، تو یہ خشک ہو جاتا ہے اور عنبر اور یہ کیڑے مکوڑے بغیر کسی نقصان کے ہزاروں سالوں اُس کے اندر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمیں اِس بات کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے کہ ہم بہت سالوں پُرانی مخلوقات کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ یہ سارے محفوظ مختلف نوع کے جاندار فوسلز (Fossels) کہلاتے ہیں۔

Transitional Form فوسلز کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

ارتقاء پرستوں کا سب سے بڑا جھوٹ جو اُنہوں نے بنایا ہے کہ وہ ہے Transitional Forms ۔ کچھ ارتقاء پرستوں کے کتابوں میں اِن کو "intermediate transitional forms." کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ارتقاء پرست یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تمام مخلوقات ایک دوسرے کی ارتقائی نشونما سے وجود میں آئے ہیں۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلا مخلوق اتفاقاً خود بہ خود وجود میں آ گیا تھا۔ اور وہ ہم کو بھی یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہر تخلیق درجہ بہ درجہ کسی دوسری خلقت میں تبدیل ہوتا گیا اور اسی طرح وہ خلقت کسی دوسری میں اور وہ کسی دوسری مخلوق کی شکل اختیار کرتا گیا۔ ارتقاء پرست کہتے ہیں کہ مثال کے طور پر مچھلی سٹارفیش (Starfish) سے مشابہت رکھنے والی کسی دوسری مخلوق سے تبدیل ہوئی کوئی قسم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک دن عملِ تغیر Mutation کی وجہ سے یہ ستارہ مچھلی اپنا ایک بازو گنوا بیٹھی۔ اور اگلے ہزاروں سالوں تک یہ اپنے دوسرے بازہ بھی گنوا بیٹھی، اس کے علاوہ کہ اُن کی اپنی مرضی سے اپنے بازوؤں (fins) کی افزائش ہوئی۔ اور اسی اثنا میں ایک مچھلی میں وہ تمام تبدیلیاں رونما ہوئیں جو یہ ایک ستارہ مچھلی (Starfish) کو کسی مچھلی میں تبدیل ہونے کے لیے ضروری ہوتیں ہیں۔ (اس طرح کا کچھ بھی کبھی نہیں ہوا، ہم صرف یہ اس لیے کہ رہیں ہیں کہ ارتقاء پرست ہم سے کیا منوانا چاہتے ہیں!) ارتقاء پرستوں کے مطابق، سٹارفش کو مچھلی میں تبدیل ہونے کے لیے کئی منازل سے گزرنا پڑا۔

تو، یہ سارے فرضی مخلوقات اوران کے تبدیلی کے مراحل کو intermediate species in the process of evolution کہا جاتا ہے۔
ایک دفعہ پھرارتقاء پرستوں کے غیر منطقی دعوؤں کے مطابق، اِن سارے جانداروں کے ضرور کچھ نشان باقی رہ گئے ہیں، یا پھراُن کے جسم کے اعضاء کی مکمل طور پرافزائش نہیں ہوسکی ہے۔ مثال کے طور پر، ثانوی درجہ کے جاندار the intermediate species جس کا ذکر کیا جاچکا ہے، جب مچھلی رینگنے والے جانور میں تبدیل ہورہی تھی تو یہ ضروری تھا کہ اُس کے کچھ اَدھ بڑھے پاؤں، بازو، پھیپڑے یا پھر کھلپڑوں کے نشان موجود ہوتے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر ماضی میں کچھ اس قسم کے عجیب مخلوقات کا وجود ہوتا تو ہم کواُن کے فوسلز ضرور ملتے۔ اور یہ بات کافی دلچسپ معلوم ہوتی ہے، کہ ثانوی درجہ کے جانداروں intermediate species کی کوئی ایک بھی فوسِلز باقیات ابھی تک نہیں ملے ہیں جس کے بارے میں ارتقاء پرست دعوے کرتے ہیں کہ کسی زمانے میں اُن کا وجود ہوا کرتا تھا۔
مخلوقات نے نسل درنسل کبھی کسی دوسرے مخلوق یا جانور کی صورت اختیار نہیں کی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان سب مخلوقات کی تخلیق کی گئی ہے، اُن کے تمام اوصاف کے ساتھ اور بغیر کسی عیب یا خامی کے۔ روئے زمین پر جانداروں کے کسی ایک بھی نوع (Species) کا کوئی دوسرا جوڑ موجود نہیں ہے۔ ان سب کے سب کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے ہی فرمائی ہے۔

کیمبرین پیریڈ CAMBRIAN PERIOD کے دوران کیا ہوا؟

جانداروں کے وہ باقیات (Fossils) جو بہت قدیم ہیں، اُس وقت کے جب وقت کا آغاز ہوا کیمبرین پیریڈ CAMBRIAN PERIOD کہلاتے ہیں، تقریباً 500 ملین سال پہلے۔ وہ مخلوقات جو کہ کیمبرین پیریڈ CAMBRIAN PERIOD کے دوران زندا گی گزار رہے تھے، اُن کے باقیات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ نظریہء ارتقاء بالکل غلط ہے۔
وہ ایسے کہ، یہ تمام مخلوقات کیمبرین پیریڈ CAMBRIAN PERIOD کے دوران اچانک نمایاں ہونا شروع ہو گئے۔ اس سے پہلے کرۂ ارض پر کوئی زندہ مخلوق نہیں پائی جاتی تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان مخلوقات کا ظہور اچانک اُس وقت ہوا جب کسی چیز کا بھی وجود نہیں تھا، اس بات کا ثبوت ہے کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمحہ میں پیدا فرمایا۔ اور اگر نظریہء ارتقاء کو صحیح مان بھی لیا جائے، تو ان مخلوقات کی درجہ بہ درجہ افزائش ان کے پچھلی نسلوں سے ہی ہوئی ہے۔ مگر نہ تو اِن کے آباؤ اجداد سے ان کی نسلی افزائش ہوئی ہے نہ ہی اُن عارضی جانداروں سے اُن کی نسلی افزائش ہوئی ہے جو اُن سے پہلے موجود تھیں۔ اور نہ ہی اب تک فوسِلز کے تاریخ میں کبھی کوئی ایسے جاندار کی باقیات ملیں ہیں۔ فوسِلز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری مخلوقات، جیسے کہ تمام دوسری جاندار اشیاء، ان کا ظہور کیمبرین پیریڈ CAMBRIAN PERIOD کے دوران اُن کے تمام اوصاف کے ساتھ اچانک ہوا، بغیر کسی بیان کردہ ارتقائی نسلی افزائش کے۔ اور یہ سب سے بڑی دلیل ثبوت اور گواہی ہے کہ اللہ ہی نے اِن سب کی تخلیق فرمائی ہے۔
مثال کے طرر پر ماضی میں ایک مخلوق ہوا کرتی تھی جو کہ Trilobite کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ جاندار کیمبرین پیریڈ CAMBRIAN PERIOD کے دوران پایا جاتا تھا، یہ جاندار اب معدوم ہونے کی وجہ سے نہیں پایا جاتا۔ Trilobite کی آنکھیں بہت زیادہ پیچیدہ، زبردست ہوتی تھیں۔ ان کی آنکھیں میں شہد کی مکھی کے چھتے جیسے سینکڑوں خلیے ہوتے تھے، اور یہ خلیے اُن کے دیکھنے کی صلاحیت کو بہت زیادہ واضح کردیتے تھے۔ یہ سب کچھ بالکل واضح ہے کہ جاندار اشیاء کی یہ حیرت انگیز خصوصیات خود بہ خود اتفاقاً وجود میں نہیں آئیں۔

یہ جھوٹ کہ مچھلی رینگنے والے جانوروں Reptiles میں تبدیل ہوگئی۔

ارتقاء پرست یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رینگنے والے جانور یعنی Reptiles مچھلی کی نسل در نسل افزائش کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں۔ اُن کے مطابق جب ایک دن سمندر میں پانی کم پڑھ گیا، تو مچھلیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب زمین کے اوپر خوراک تلاش کرتے ہیں، اور جب وہ سمندر سے زمین پر آ گئے تو وہ Reptiles میں تبدیل ہو گئے تاکہ وہ زمین پر زندہ رہ سکیں۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ سب کتنا مضحکہ خیز لگتا ہے، کیونکہ ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ جب مچھلی زمین پر آ جائے تو اُن کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

کیا آپ کبھی مچھلی پکڑنے گئے ہیں؟ زرا سوچیے! اگر آپ مچھلی پکڑتے ہیں، اور پھر اُس کی زندگی بچاتے ہیں اور پھر اُس کو گھر میں لا کر اُسے کچھ آرام دینے کے لیے آپ اُسے اپنے گھر کے کسی حصہ میں رکھ لیں تو کیا ہوگا، وہ مچھلی مَر جائے گی۔ اور اگر آپ مچھلی پکڑنے پھر سے جائیں اور اِس دفعہ آپ بہت سی مچھلیاں پکڑ کے گھر لا کر اُسے گھر میں رکھ لیں تو پھر کیا ہوگا؟ اِس دفعہ بھی وہ ساری مَر جائیں گی۔

یہ سب جاننے کے باوجود بھی ارتقاء پرست سچ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ کے گھر کی مچھلیوں میں سے ایک مچھلی جب وہ اپنی موت کا انتظار کر رہی تھی ایک دم سے اُٹھ بیٹی اور اچانک اُس میں تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہوئیں، اور پھر یہ رینگنے والے جانور Reptile میں تبدیل ہو گئی اور اپنی زندگی گزارنے لگی، جو کہ بالکل ناممکن ہے!۔

ایسا ہونا کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ مچھلیوں اور زمین کے جانوروں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ اور اس طرح کی تبدیلیاں اچانک، اتفاقاً واقع نہیں ہوتیں۔ آئیں ہم کچھ ایسی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جو کہ کسی مچھلی کا زمین پر زندہ رہنے کے لیے بہت زیادہ ضروری ہیں۔

1۔ مچھلی سانس لینے کے لیے کھلپڑوں (Gills) کا استعمال کرتی ہیں، اور زمین کے اُوپر وہ کھلپڑوں کی مدد سے سانس نہیں لے سکتیں اور اگر وہ پانی کو چھوڑ دیں تو اُن کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور زمین پر زندہ رہنے کے لیے اُنہیں پھیپڑوں (Lungs) کی ضرورت ہو گی۔ چلیں ہم یہ تصور کر لیتے ہیں کہ مچھلی نے اس بات کے لیے خود کو تیار کر لیا کہ وہ پانی کے بجائے خشکی پر رہیگی: ایسا سوچنے کے بعد وہ اپنے لیے پھیپڑے (Lungs) کہاں سے لائے گی؟ حتا کہ اُسے یہ تک پتہ نہیں کہ پھیپڑے ہوتے کیا ہیں۔

2۔ مچھلی کے جسم میں ہماری طرح کا گردے کا نظام موجود نہیں ہوتا، مگر زمین پر زندہ رہنے کے لیے اُن کو ایک عدد گردے کی شدید ضرورت پڑے گی۔ اگر وہ یہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ اب خشکی پر رہے گی، تو وہ اپنے لیے گردہ تلاش کرنے میں بری طرح ناکام ہو جائے گی۔

3۔ مچھلی کے پاؤں نہیں ہوتے، اور ساحل تک پہنچنے کے بعد اُن کو چلنے کے لیے پاؤں کی شدید ضرورت ہو گی۔ وہ پہلی مچھلی جس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خشکی پر رہے گی تو وہ اپنے لیے ٹانگوں کا بندوبست کیسے کرے گی؟ ایسا کچھ بھی ہوتا ناممکن ہے، اور ان سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ارتقاء پرست ایسا جو بھی کہتے ہیں وہ غلط ہے۔

یہ تین باتیں اُن سینکڑوں میں سے ہیں جو کہ کسی مچھلی کے لیے خشکی پر زندگی گزارنے کے لیے نہایت ضروری ہیں۔

کچھ Coelacanth مچھلی کے متعلق

مچھلی کا ذکر کرتے ہوئے سالوں تک Coelacanth مچھلی کی مثال دیتے رہے ارتقاء پرست اپنے سارے کتابوں اور رسالوں میں اپنا نظریہ درست ثابت کرنے کے لیے اس مچھلی کا ذکر کیا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ Coelacanth کو معدوم ہوئے کافی زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ اس لیے اُنہوں نے جھوٹی کہانیوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع کیا، جب اُنہوں نے اس مچھلی کے باقیات (Fossils) کا مطالعہ کیا۔

پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد، ایک مچھیرے نے coelacanth مچھلی اپنی جال میں پکڑ لی۔ اور اُس کے بعد بہت سی اور بھی پکڑی گئیں۔ اور اِس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ coelacanth ایک عام سی مچھلی ہے۔ علاوہ ازیں، کسی مچھلی نے کبھی یہ فیصلہ نہیں کیا کہ وہ ساحل پر آ جائے، جیسا کی ارتقاء پرست کہتے ہیں۔ اِرتقاء پرست کہتے ہیں کہ یہ مچھلیاں انتہائی ہلکے پانی میں رہتی تھیں اس لیے یہ ساحل تک آنے کے لیے خود کو تیار کر رہی تھیں۔ مگر حقیقت میں coelacanth انتہائی گہرے پانی میں رہتیں ہیں۔ اور یہ اُن کی کوئی عارضی صورت نہیں تھی جیسا کہ ارتقاء پرست بتاتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک حقیقی مچھلی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ارتقاء پرستوں کے جھوٹے دعوؤں کے پول کُھل چکے ہیں۔

یہ دعویٰ کہ پرندے رینگنے والے جانوں کی نسلی افزائش کی وجہ سے پیدا ہوئے بھی جھوٹ ہے۔

ارتقاء پرست ایک اور جھوٹا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ پرندے کیسے وجود میں آئے۔

اُن کے من گھڑت قصے کے مطابق رینگنے والے جانور Reptile جو کہ درختوں میں رہتے تھے اُنہوں نے درختوں پر ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگانا شروع کر دیا، اور چھلانگیں لگانے کے وجہ سے خود بہ خود اُن کے پَر Wings ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ اسی طرح ایک دوسری جھوٹی داستاں سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ کچھ رینگنے والے جانور جنہوں نے مکھیاں پکڑنے کی کوشش کیں تو اس کوشش میں وہ دوڑ کر جھٹکے سے اپنے بازو ہوا میں لہراتے، اور اسی طرح اُن کے بازو پَروں Wings میں تبدیل ہو گئے۔

کیا یہ ایک مضحکہ خیز بات نہیں کہ خیال کر لیا جائے کہ ڈائنوسار Dinosaur کے دوڑنے کہ وجہ سے اُن کے پَر نکل آئے؟ یہ سب کچھ یا تو کہانیوں میں ہوتا ہے یا پھر کارٹونز میں۔

یہاں ایک اور بات بہت ضروری ہے۔ کہ ارتقاء پرست کہتے ہیں کہ اتنے بڑے ڈائنوسارز کے پَر اُس وقت ظاہر ہونا شروع ہوئے جب وہ مکھیاں پکڑنے کی کوشش کرتے، ٹھیک، مگر خود ایک مکھی کیسے اُڑتی ہے اُس کے پَر کہاں سے آئے اُڑنے کے لیے؟ جب وہ اِس بات کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اتنے بڑے بڑے قوی ھیکل ڈائنوسار کی پَر کیسے نکل آئے، کیا اُن کو پہلے اس بات کی وضاحت نہیں کرنی چاہئے کہ اتنے چھوٹی مکھی خود کیسے اُڑنے کے قابل ہوئی؟ یقیناً اُن کو پہلے یہی سوچنا چاہئے تھا۔

مگر یہ ایک ایسا نقطہ ہے جس کی وضاحت ارتقاء پرست کبھی بھی نہیں کر پائینگے۔ مکھی زمین پر اُڑنے والے جانداروں میں سے ایک سب سے اچھا اُڑنے والا کیڑا ہے۔ یہ اپنے پَروں کو ایک سیکنڈ میں 500 سے 1000 دفعہ ہلا سکتا ہے۔ چاہے ارتقاء پرست جتنی بھی کہانیاں سنائیں، وہ یہ نہیں بتا پائینگے کہ آخر پرندوں کی پَروں کا وجود کیسے ممکن ہوا۔ اور سچ یہ ہے کہ: اللہ ہی ہے جس نے ایک چھوٹی سے مکھی اور سارے پرندوں کی پَر اور حتیٰ کہ اُڑنے صلاحیت عطا فرمائی۔

Archaeopteryx، جس کو ارتقاء پرست عارضی شکل وصورت کہتے ہیں، دراصل مکمل طور پر ایک پرندہ ہے!

آئیں ہم آپ کو رینگنے والے جانور اور پرندوں کے درمیان میں بہت ساری تبدیلیوں میں سے کچھ تبدیلیوں کے بارے میں بتاتے ہیں۔

1۔ پرندوں کے پَر ہوتے ہیں، جبکہ رینگنے والے جانوروں کے نہیں۔

2۔ پرندوں کے بال و پَر ہوتے ہیں، جبکہ رینگنے والے جانوروں کے نہیں۔

3۔ پرندوں کے اندر ہڈیوں کی ایک منفرد نظام موجود ہے اور اُن کی ہڈیاں درمیان میں خالی، کھوکھلی ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے اُن کا وزن کم ہوتا ہے اور اُن کے لیے اُڑنے میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ وہ عام سی تبدیلیاں ہیں جو کہ جلد ہی ذہن میں آتی ہیں۔ اس کے علاوہ اُن میں اور بہت سی بے شمار تبدیلیاں موجود ہیں۔

اگر واقعی رینگنے والے جانوروں کی نوع پرندوں میں تبدیل ہوئے ہیں، تو پھر لازمی طور پر کچھ ایسے جاندار بھی ہوتے جن کی شکل وصورت پرندوں اور رینگنے والے جانداروں کی درمیانی حالت سے ملتی جلتی ہوگی۔

فوسلز تلاش کرنے والوں کو کم سے کم کوئی ایک ایسے جاندار کے فوسلز مل چکے ہوتے، جو کہ کچھ ایسی تخلیقات ہوتی جن کے پَروں کی نشونما ابھی آدھی ہوئی ہوتی، اُن کے بال وپَر آدھے ہوتے اور اُن کے اجسام آدھے سکلیڈ Half-Scaled ہوتے، اُن کے منہ یا چونچ آدھے بنے ہوتے، اور اسی حالت میں اُن کی باقیات Fossils مل جاتے۔ لیکن اِس پوری روئے زمین پر ابھی تک ایسی کوئی باقیات نہیں مل پائی ہیں۔ اور جو باقیات بھی ملی ہیں یا تو وہ مکمل طور پر رینگنے والے جانورں یا مکمل طور پر پرندے ہیں۔ اس سے یہ بات بالکل عیاں ہوتی ہے کہ پرندے رینگنے والے جانوروں کی نسل نہیں ہیں۔ اللہ ہی نے پرندوں کی تخلیق فرمائی ہے جیسے کہ اللہ نے باقی تمام جانداروں کی تخلیق فرمائی۔

مگر ارتقاء پرست یہ بات کبھی نہیں مانتے، وہ لوگوں کو اپنی دریافت کی ہوئی کہانیوں پر رضا مند کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہی سچ ہے۔ اُنہوں نے ایک پرندے کے باقیات تلاش کئے جس جو Archaeopteryx کہتے ہیں جو کہ تقریباً 150 ملین سال پہلے رہتے تھے۔ وہ اس پرندے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ڈائنوسار Dinosaurs اور پرندوں کی درمیانی صورت ہے۔ اور یہ کہنا کہ Archaeopteryx تمام پرندوں کے آباؤ اجداد ہے تو یہ ایک بے دلیل اور خلافِ منطق بات ہوگی۔

Archaeopteryx مکمل طور پر ایک پرندہ ہی تھا! کیونکہ

Archaeopteryx میں وہ تمام خصوصیات موجود تھی جو کہ ہمارے وقت کے سارے پرندوں میں موجود ہیں۔

Archaeopteryx کے سینے کی ہڈی بھی بالکل وہی ہے جس کے ساتھ اس کے پَر ملے ہوتے تھے، جیسا کہ دوسرے اُڑنے والے پرندوں کے ہوتے ہیں۔

Archaeopteryx تمام پرندوں کے آباؤ اجداد نہیں ہو سکتے، کیونکہ اُس سے بھی پہلے پائے جانے والے پرندوں کے باقیات مل چکے ہیں۔

انسانوں کی تخلیق کے بارے میں ایک لمبی چوڑی جھوٹی داستاں

ارتقاء پرست کہتے ہیں کہ انسان بندروں Apes کی نسل در نسل ارتقائی نشونما کے بعد وجود میں آئے، اور یہی بندر ہمارے آباؤ اجداد ہیں۔ اور اس بات کو ثابت کرنے کے لیے نہ ہی کبھی ڈارون اور نہ ہی کسی دوسرے ارتقاء پرست کے پاس کوئی دلیل یا کوئی ثبوت موجود ہے۔

دراصل اس طرح کے نظریہ دینے کے وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ یہ بھول جائیں کہ اُن کی تخلیق اللہ نے کی ہے۔ اگر لوگ مان جائیں کہ وہ خود بہ خود وجود میں آگئے اور اُن کے آباؤ اجداد جانور تھے، تو وہ اُن کی اللہ کو جواب دہ ہونا اور اپنی ذمہ داریاں بھول جائیں گے۔ اور اِس کے نتیجہ میں وہ اپنی تمام مذہبی ذمہ داریاں بھول کر خود غرض ہو جائیں گے۔ اور خود غرض لوگ بہت سی اچھی خصلتیں بھول جاتے ہیں جیسا کہ لوگوں اور اپنے خاندان کے لیے پیار اور محبت وغیرہ۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ارتقاء پرست ہم کو ہماری اچھی باتوں سے محروم کرنا چاہتے ہیں، اور اسی لیے وہ نظریہء ارتقاء Theory of evolution کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اللہ کو بھول جائیں تو وہ ہر کسی کو یہ بتائیں کہ ''اللہ نے ہمیں نہیں بنایا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد بندر تھے، یا پھر دوسرے الفاظ میں ہم جانوروں کی ترقی یافتہ نسل ہیں۔''

مگر سچ یہی ہے کہ، اللہ ہی نے تمام انسانوں کی تخلیق کی ہے۔ اگر ہم انسانوں کا دوسرے جانوروں سے موآزنہ کریں تو صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے جو کہ ایک دوسرے سے باتیں کر سکتا ہے، سوچ سکتا ہے، خوشی محسوس کرتا ہے، رائے قائم کرتا ہے، ہوشیار اور ذہین ہے، انسان ہی بہت سی تہذیبوں کا موجد اور اعلیٰ

اقسام کے روابط پیدا کرتا ہے۔اور اللہ ہی ہے جس نے انسان کو یہ تمام خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔

اور ارتقاپرست کبھی بھی یہ ثابت نہیں کر پائیں گے کہ انسان بندروں کی جدید نسل ہے۔

سائنسی طور پر آپ کوئی دعویٰ کرتے ہیں تو کے اُس دعوے کے''ثبوت''فراہم کرنا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔جب آپ کوئی دعویٰ کرتے ہیں اور پھر یہ بھی چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی بات پر یقین کریں،تو پھر آپ کو کچھ حقیقی ثبوت بھی فراہم کرنے ہونگے۔مثال کے طور پر اپنے آپ کو کسی کے سامنے متعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ''میرا نام عمر ہے۔''اور دوسرا آدمی آپ سے کہے کہ''میں یقین نہیں کرتا کہ آپ کا نام عمر ہے۔''تو پھر آپ کو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ واقعی آپ کا نام عُمر کے کچھ ثبوت فراہم کرنے ہونگے۔آپ کے ثبوت کیا ہو سکتے ہیں؟ آپ کا شناختی کارڈ،آپ کا Birth certificate، پاسپورٹ یا پھر آپ کے اسکول کا رپورٹ کارڈ۔اگر آپ اِن میں سے کچھ بھی اُس آدمی کو دکھائیں گے،تو وہ یہ یقین کر لے گا کہ آپ ہی عُمر ہیں۔

چلیں اب ایک سائنسی مثالScientific example کو دیکھتے ہیں۔اٹھارویں صدی عیسوی میں ایک سائنس دان جس کا نام نیوٹن Isaac Newton تھا،اُس نے کہا کہ اُس نے کششِ ثقلGravity دریافت کی ہے۔جب لوگوں نے اُس سے اس بارے میں پوچھا کہ وہ اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہ سکتا ہے،تو اُس نے جواب دیا کہ:''جب ایک سیب درخت سے گرتا ہے تو یہ ہوا میں رہنے کے بجائے سیدھا نیچے زمین کی طرف آتا ہے۔''تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ زمین میں کچھ ایسی طاقت موجود ہے جو اس سیب کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔اسی طاقت کو اُن نے "Gravity" یعنی کششِ ثقل کا نام دیا۔

اسی لیے ارتقاء پرستوں کو بھی اپنے جھوٹے نظریہ پیش کرتے وقت اُس کے ثبوت پیش کرنے ہونگے تاکہ وہ قابل یقین ہوں۔مثال کے طور پر نظریہ ارتقاء میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ انسان بندروں کی جدید نسل ہے۔تو ہم اُن سے یہ پوچھیں گے کہ:''آپ کے ذہن میں یہ خیال کہاں سے آیا،اور اس کے ثبوت کہاں ہیں؟''

اگر انسانوں کے آباؤ اجداد واقعی بندرApes ہیں،تو ہم تصدیق کے لیے یہ اُمید رکھیں گے کہ کچھ ایسی مخلوقات کے باقیات ہم کو مل جائیں جو کہ آدھے بندر اور آدھے انسان ہوں۔مگر ابھی تک ایسے کسی مخلوق کے کوئی بھی باقیات دریافت نہیں ہو پائیں ہیں۔ہم کو ابھی تک یا تو مکمل انسانوں کی یا پھر مکمل بندروں ہی کے باقیات مل سکیں ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ارتقاء پرستوں کے پاس ایسا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے جس سے وہ ثابت کر سکیں کہ بندر انسانوں کے آباؤ اجداد ہیں۔

مگر ارتقاء پرست ابھی تک لوگوں کو اپنے نظریوں سے گمراہ کرنے کی کوششیں کر رہیں ہیں۔

ارتقاء پرستوں کی کچھ پُرفریب باتیں:

1۔ارتقاء پرست کچھ معدوم اور ناپید بندروں کے باقیات پیش کرتے ہیں کہ شاید یہ وہ نسل ہو جو آدھے انسان اور آدھے بندر تھے۔

آپ نے اوپر تصاویر ضرور دیکھ لیں ہونگی۔ارتقاء پرست ان تصاویر کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی مخلوقات کا کبھی وجود ہی نہ تھا۔ماضی میں بھی یہی انسان ہوا کرتے تھے اور اسی طرح کے بندر ہوتے تھے،جیسا کہ آج زمین پر موجود ہیں۔اور یہ ماضی میں بھی ایک دوسرے بالکل الگ اور جدا تھے اور اب بھی الگ اور جدا ہیں۔اور پچھلی صفحات پر دکھائی گئی تصاویر جیسا کوئی آدھا انسان آدھے بندر کا وجود کبھی بھی روئے زمین پر نہیں تھا۔اور جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ ابھی تک کوئی ایک بھی اسی باقیات نہیں ملیں جن سے اُن کا کیا ہوا دعویٰ سچ ثابت ہو سکے۔

مگر پھر بھی ارتقاء پرست اپنی کہی ہوئی باتوں کو پھیلانے کے لیے نئے نئے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔مثال کے طور پر، بندروں کے کسی ناپید نوع کے

باقیات پر تحقیق کرتے ہوئے وہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ مخلوق انسانوں اور بندروں کی درمیانی شکل ہے، اور جیسا کہ عام طور پر لوگوں کو ان باتوں کے بارے میں معلومات نہیں ہوتیں۔ وہ فطری طور پر اس سے متاثر ہو کر اس پر یقین کرنے لگتے ہیں۔

2۔ارتقاء پرست انسانوں کی باقیات کا مطالعہ کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ شاید وہ حقیقت میں آدھے انسان اور آدھے بندر ہوں۔

جیسا کہ ہم کو معلوم ہے، کہ روئے زمین پر انسانوں کے مختلف قسم کے نسلی گروہ آباد ہیں: جیسا کہ افریقی، چینی Chinese، خالص امریکی، ترکی، یورپی، عربی اور دوسرے مختلف قسم کی نسلی گروہ۔ ظاہر کے کہ مختلف نسلی گروہوں کی کسی وقت مختلف خصوصیات ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر، چینی لوگوں کی آنکھیں بادام نما ہیں، اور کچھ افریکی لوگوں کی چمڑی کافی زیادہ سیاہ اور اُن کے پیچ دار بال ہوتے ہیں۔ اور خالص امریکی، جب آپ ان کے بارے میں سوچتے ہیں تو آپ کے ایک دم معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا تعلق مختلف نسلی گروہوں سے ہے۔ ماضی میں بھی انسانوں کے کچھ ایسے ہی مختلف نسلی گروہ آباد تھے۔ جن کی خصوصیات بھی آج کل کے انسانوں سے مختلف ہوا کرتی تھی۔ مثال کے طور پر Neanderthal نسل سے تعلق رکھنے والے انسانوں آج کل کے انسانوں کی کھوپڑیوں کی مقابلے میں کافی بڑی تھی۔ اور اُن کے پٹھے Muscles بھی آج کل کے انسانوں کے مقابلے میں کافی مضبوط تھے۔

ارتقاء پرست انسانوں کے اس گروہ کے فرق کا آج کے انسان کے ساتھ تقابل کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، نمونہ کے طور پر، جب اُن کو Neanderthal کے لوگوں کی کھوپڑی ملی، ''یہ کھوپڑی انسانوں کی اُن آباؤاجداد کی ہے جو کہ آج سے ہزاروں ہزاروں سال پہلے اِس زمین پر رہتے تھے۔'' اِس کھوپڑی کی طرف وہ اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ ''اس کھوپڑی کا مالک اُن مرحلے کے اندر تھا جب وہ بندر سے انسان میں تبدیل ہو رہا تھا۔''

اور حقیقت میں، آج بھی زمین پر ایسے لوگ آباد ہیں جو کہ مختلف نسلی گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور جن کی کھوپڑیاں Skulls کچھ زیادہ ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر خالص آسٹریلوی Australians(Aborigines) کی کھوپڑیوں کا سائز کافی چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر اِس کا تو یہ ہرگز یہ مطلب نہیں ہوا کہ وہ آدھے انسان اور آدھے بندر ہیں۔ وہ بھی ہماری ہم سب ہی طرح کے عام انسان ہیں۔

اسی لیے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ انسانوں کی وہ باقیات جن کا ذکر ارتقاء پرست کرتے ہیں یا جن کو وہ بطور ثبوت پیش کرتے ہیں کہ انسان بندروں کی نسل در نسل نشونما کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں، وہ تو یا مکمل طور پر بندر ہیں یا پھر مکمل انسان، جن کی نسل آج ناپید ہو چکی ہے، اور اس کا مطلب یہی ہے کہ آدھے انسان یا پھر آدھے بندر کا وجود ہی نہیں تھا۔

سب سے بڑا فرق

انسانوں اور بندروں کے درمیان سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ انسانوں میں سوچ موجود ہے جب کہ بندروں کے نہیں، انسان شعور رکھتے ہیں:، وہ سوچ سکتے ہیں، باتیں کر سکتے ہیں، محسوس کر سکتے ہیں، اُن کی عادات میں فرق آتا ہے، وہ آرٹ کے بارے میں جانتے ہیں، مصوری کر سکتے ہیں، گانے کمپوز Compose کرتے ہیں، گاتے ہیں، محبت اور اچھی اوصاف سے بھرپور ہوتے ہیں۔ یہ سب خصوصیات انسان ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ ساری منفرد خصوصیات صرف انسان ہی کے پاس ہیں۔ اور ارتقاء پرست اس بات کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ انسانوں کو بندوروں سے مشابہہ کرنے سے اُن کے درمیان بہت سارے جسمانی فرق کے ساتھ اور بھی بہت سے فرق سامنے آجاتے ہیں جو کہ انسانوں کے لیے خاص ہیں۔ کیا اس ساری فطرت اور قدرت میں کوئی ایسی طاقت موجود ہے جو کہ بندروں کو سوچنے سمجھنے اور کمپوز کرنے کی خصوصیات دے سکے، یقیناً نہیں! اللہ ہی نے صرف انسانوں کو یہ سب خصوصیات عطا فرمائی ہیں، اور اللہ نے کسی دوسرے جانور کو ایسی کوئی بھی خصوصیت نہیں دی۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ کسی بندر کا انسان میں تبدیل ہونا بالکل ناممکن ہے۔ انسان انسان ہی ہے جس دن سے اللہ نے اُس کی تخلیق فرمائی ہے۔ مچھلی ہمیشہ سے مچھلی ہی ہے، اور پرندے پہلے دن سے پرندے ہی ہیں۔ کوئی

بھی مخلوق کسی دوسرے مخلوق کی آباؤ اجداد میں سے نہیں ہے۔ اللہ ہی تمام انسانوں اور تمام دوسرے جاندار چیزوں کا خالق ہے۔ ارتقاء پرستوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ انسان بندروں کی جدید شکل ہے، اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اُن کے جسمانی ساکت قدرے ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے، اور زمین پر رہنے والے دوسرے جانوروں کی ساخت انسانوں سے اتنی نہیں ملتی۔ مثال کے طور پر جس طوطے کو آپ تصویر میں دیکھ رہے ہیں وہ باتیں کر سکتا ہے، آکٹوپس Octopuses کی آنکھیں اُن انسانوں کی جیسی ہیں۔ کتے اور بلیاں باتیں سُن کر اُن پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ انسان۔ آپ کیا سوچیں گے اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ انسان طوطوں، بلیوں یا پھر Octopus کی نسل در نسل نشونما کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں؟ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان تصورات اور ارتقاء پرستوں کی جھوٹی کہانیوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

اللہ ہی ہے جو ہر چیز کا خالق ہے۔۔۔

ہمارا رب ہی ہے جس نے ایک ایسی چھوٹی چیز میں لاکھوں قسم کی معلومات رکھی ہیں، جس کو ہم خاص ساز وسامان کے بغیر عام آنکھ سے دیکھ بھی نہیں سکتے۔

اللہ ہی ہے، جس نے ہم کو بنایا ہماری آنکھیں، ہمارے بال اور ہماری ٹانگیں بنائی۔

وہی اللہ ہی ہمارے سارے خاندانوں کا خالق ہے، ہمارے امی ابو، ہماری بہن، ہمارے دوست اور ہمارے ٹیچرز، یہ سب اللہ کے کی تخلیق ہے۔

اللہ ہی ہے، جس نے ہمارے لیے وہ خوراک بنائی جس کو ہم شوق سے کھاتے ہیں، مختلف قسم کے اناج اور پاستہ Pasta اور ساری قسم کے پھل Fruits، سبزیاں جس کو کھا کر ہم صحت مند اور توانا رہتے ہیں۔ اگر اللہ نے ان سب چیزوں کو نہیں بنایا ہوتا تو ہم کو یہ کبھی معلوم نہ ہوتا کہ آخر اسٹابری Strawberry کا ذائقہ کیسے ہوتا ہے۔

اللہ ہی نے ہم کو سونگنے اور ذائقہ کو سمجھنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ اگر اللہ نے ہم کو یہ خصوصیات نہیں دی ہوتیں تو ہم کبھی یہ نہ سمجھ پاتے کہ جو کھانا ہم کھاتے ہیں اُن کا ذائقہ کیسا ہے۔ اگر ہم آلو کھاتے یا پھر کوئی کیک ہم کو اُن میں کوئی فرق معلوم نہ ہوتا۔ اللہ نے نہ صرف خوبصورت اور مزیدار خوراک بنایا، بلکہ ہم کو یہ خصوصیت بھی دی کہ ہم اِن کو کھاتے ہوئے لطف اندوز ہوں۔

آپ کو کچھ چیزیں پسند ہوتی ہیں، جس سے آپ لطف اندوز ہوتے ہو اور اُس کے بارے میں آپ سوچ کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ کھانے کھا کھا کہ لطف اندوز ہونا، وہ گیم جو کھیلنا آپ کو بہت اچھا لگتا ہو اور اُن لوگوں کے ساتھ باہر تفریح پر جانا جن سے آپ پیار کرتے ہو۔ چاہے کچھ بھی ہو، ہم کو یہ کبھی نہیں بولنا چاہئے کہ، اللہ ہی ہے جس نے ہمارے لیے یہ ممکن بنایا کہ ہم ان سب چیزوں سے لطف اندوز ہوں۔

اللہ آپ پر بہت مہربان ہے، وہ ہمشہ آپ کو بہت اچھی اچھی اور خوبصورت چیزیں عطا فرماتا ہے۔

اگر بہت پہلے سے شروع کریں، تو ایک وقت تھا جب آپ کا وجود نہیں تھا، ذرا سوچئے، ایک حمل کی شکل اختیار کرنے سے پہلے آپ کہیں بھی نہیں تھے، آپ کچھ بھی نہیں تھے۔ اللہ نے آپ کو بنایا، اللہ نے آپ کی تخلیق کی جب آپ کچھ بھی نہیں تھے۔

ہمیں ہر لمحہ اللہ کا شکر گزار رہنا چاہئے۔ ہر اُس چیز کے بارے میں جس سے ہم لطف اندوز ہوتے ہیں اور جس سے ہم پیار کرتے ہیں، ہمیں اللہ کو یاد کرنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ، ''میں تیری تمام رحمتوں اور نعمتوں کا ہمیشہ سے بہت شکر گزار رہوں،'' اگر ہمیں کبھی کسی ایسی صورتِ حال کا سامنا ہو جو کہ ہمارے لیے ناپسندیدہ ہو، ہمیں پھر سے اللہ سے دُعا کرنی چاہئے، کیونکہ اللہ ہی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ ہمیشہ ہماری دُعائیں سنتا ہے اور اُس کا جواب دیتا ہے۔ اللہ کو معلوم ہے جو ہم اپنے دل کی گہرائیوں سے سوچتے ہیں؛ وہ سنتا ہے اور ہر دُعا اور عبادت کا جواب دیتا ہے۔

ہمیں بس ہر وقت اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے جس نے ہماری تخلیق کی، اِس دنیا کو اور اس میں موجود ساری نعمتیں اُسی کی تخلیق کی ہوئی ہیں۔ اور ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، اور وہ ہر لمحہ ہم کو دیکھ رہا ہو اور سُن رہا ہے۔ اور ہم کو ہمیشہ اپنے اچھے طور طریقوں اپنانا چاہئے۔